امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

# نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۴ر ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۳ر مئی ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-18

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر
■ حج کی فرضیت اور اسکے احکام
■ معاشرہ کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار
■ مسجد اللہ کی ملکیت ہوتی ہے
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

## انتخابات میں ''ضمانت ضبط'' کی روایت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہمارے جمہوری ملک ہندوستان میں انتخابات کی بڑی اہمیت ہے، امیدوار کا انتخاب پارٹیاں سوچ سمجھ کر کرتی ہیں، کبھی مذہب کے نام پر تو کبھی ذات پات کی بنیاد پر امیدوار کا انتخاب کیا جاتا ہے، بہت سارے امیدوار انتخاب لڑنے کے معاملہ میں بالکل سنجیدہ نہیں ہوتے وہ اپنے نام کی تشہیر کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف اس لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ بعد میں کسی پارٹی سے پیسہ لیکر اپنی امیدواری بیچ دیں گے اور کسی کو حمایت دیدیں گے، خرید بکری کا یہ عمل ہر سطح پر ہوتا ہے، ان غیر سنجیدہ اُمیدواروں کی وجہ سے انتخابی کمیشن کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس زمانہ میں ووٹ بیلٹ پیپر سے ہوا کرتا تھا، اس زمانہ میں ان غیر سنجیدہ اور آزاد امیدواروں کی وجہ سے کبھی جہازی سائز کا بیلٹ پیپر چھپوانا پڑتا تھا، اور کبھی بیلیٹ پیپر اچھا خاصہ فولڈر ہوجاتا تھا۔ اب جب کہ ای وی ایم سے ووٹ ڈالے جاتے ہیں، اس میں بھی ان غیر سنجیدہ امیدواروں کے لیے جگہ بنانی پڑتی ہے، ان کا انتخابی نشان ڈالنا پڑتا ہے، اس وجہ سے بھی پریشانیاں بڑھتی ہیں، اس کا حل شروع سے ہی یہ نکالا گیا کہ ہر امیدوار سے متعینہ رقم ضمانت کے نام پر لی جائے، یہ ضمانت کی رقم اس کی سنجیدگی کو متعین کرنے کے لیے ہوا کرتی ہے، لوک سبھا اور اسمبلی انتخابات میں ضمانتی رقم کا تذکرہ ریپرزنٹو آف پیپلز ایکٹ 1951 اور نائب صدر سے متعلق ضمانتی رقم کا تذکرہ پریسیڈنٹ اینڈ وائس پریسیڈنٹ الیکشن ایکٹ 1952 میں موجود ہے، ان دنوں پارلیامنٹ کے امیدواروں سے پچیس ہزار روپے لیے جاتے ہیں، اگر امیدوار ایس سی، ایس ٹی زمرہ کے ہوں تو ان کی ضمانت کی رقم عام طبقات کے امیدواروں کے مقابلے نصف ہوجاتی ہے، یعنی انہیں اپنی امیدواری کے وقت ضمانت کے نام پر ساڑھے بارہ ہزار روپے جمع کرنے ہوتے ہیں۔ اسمبلی انتخاب میں امیدواری کے لیے یہ رقم عام طبقات کے لیے دس ہزار اور ایس سی ایس ٹی امیدواروں کے لیے صرف پانچ ہزار ہے، وزیر اعظم من موہن سنگھ کے دور حکومت میں اس وقت کے چیف الیکشن کمیشن ٹی ایس کرشنا مورتی نے انتخابات میں شفافیت لانے کے لئے کچھ تجاویز پیش کی تھیں، ان کی تجویز کے مطابق ہی ضمانت کی رقم میں اضافہ ہوا، ورنہ پہلے یہ رقم لوک سبھا کے لئے دس ہزار اور اسمبلی کے لئے پانچ ہزار ہی ہوا کرتی تھی، صدر جمہوریہ کے انتخاب میں ضمانت کی رقم تمام امیدواروں کے یکساں طور پر پندرہ ہزار روپے ہوا کرتی ہے۔

یہ رقم بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن اس رقم کا ضبط ہونا توہین کی بات سمجھی جاتی ہے، عام بول چال میں اس کو ''ضمانت ضبط'' ہونا کہتے ہیں، ضمانت ضبط ہونے کے لیے اصول مقرر ہے کہ اگر امیدوار نے کل صحیح رائے دہندگی (ووٹ) کا چھٹا حصہ یعنی 16.66 حاصل نہیں کیا تو اس کی ضمانت ضبط ہوجائے گی، فرض کیجئے کہ کسی سیٹ پر صحیح ووٹ ایک لاکھ پڑے اور پانچ امیدواروں نے 16666 ووٹ حاصل کیے تو سب کی ضمانت ضبط ہوجائے گی، یہ اصول صدر اور نائب صدر جمہوریہ کے انتخاب پر بھی نافذ ہوتا ہے، جو امیدوار ووٹ کا چھٹا حصہ حاصل کر پاتے ہیں ان کی ضمانت کی رقم واپس کردی جاتی ہے، اسی طرح اگر ووٹنگ سے پہلے امیدوار سفر آخرت پر روانہ ہوگیا تو بھی اس کی ضمانت کی رقم واپس کردی جاتی ہے، امیدوار نے نامزدگی واپس لے لی تو بھی یہ رقم الیکشن کمیشن واپس کردیتا ہے، گذشتہ چند انتخابات میں ضمانت ضبط ہونے والے امیدواروں کی تعداد کثرت سے بڑھی ہے، سیاسی پارٹیوں کے انتخاب اور الائنس کی وجہ سے آزاد امیدواروں کے ووٹوں کی تعداد گھٹتی جارہی ہے اور ان کی جیت کا تناسب بھی اعشاریہ میں چلا گیا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ غیر سنجیدہ امیدوار جیت کے لیے نہیں ہارنے یا ہرانے کے لیے لڑتے ہیں، اس لیے وہ بڑی رقم خرچ نہیں کرنا چاہتے، وہ گھر گھر جاکر پرچار بھی نہیں کرتے، بعض دفعہ ان کے پاس وسائل کی بھی غیر معمولی کمی ہوتی ہے اور ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ قاعدے سے اپنی تشہیر کرسکیں، اتحاد کی سیاست میں زیادہ تر مقابلے دو طرفہ اور کبھی کبھی سہ طرفہ ہوا کرتے ہیں، ایسے میں آزاد امیدوار کو نیچے پائیدان پر بھی جگہ نہیں ملتی اور وہ اپنی ضمانت گنوا بیٹھتے ہیں۔

پارلیامنٹ کے دو انتخاب منعقدہ 2014 اور 2019 کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہار میں 2014 میں 84.35 فی صد امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوئی تھی، ان میں قومی سیاسی پارٹیوں کے پینتالیس (45)، ریاستی سطح کی پارٹی کے چوبیس (24) رجسٹرڈ پارٹیوں کے (274) اور آزاد امیدواروں میں سے ایک سو انہتر (169) شامل تھے، 2019 کے انتخاب میں یہ تعداد قومی، ریاستی اور رجسٹرڈ سیاسی پارٹیوں کے امیدواروں میں کم ہوئی تھی، لیکن آزاد امیدواروں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا تھا، جائزہ کے مطابق قومی سیاسی پارٹی کے تینتالیس (43)، ریاستی سطح کی پارٹی کے ایک (01) رجسٹرڈ دلوں کے دوسو بہتر (272) اور آزاد امیدواروں میں دوسوتین (203) کی ضمانت ضبط ہوگئی تھی۔

2014 میں بہار کے پارلیمانی انتخاب میں چھ سو سات (607) آزاد اور مختلف رجسٹرڈ دلوں کے امیدوار میدان میں تھے، ان میں مردوں کی تعداد پانچ سو ساٹھ (560) اور سینتالیس (47) خواتین تھیں، ان میں چار سو چھہتر (476) مرد اور چھتیس (36) عورتوں نے ضمانت کھوئی تھی، مردوں میں ضمانت ضبط ہونے کا تناسب 85 فی صد اور عورتوں میں 76.60 رہا۔

2019 میں چھ سو چھبیس (626) آزاد اور غیر سنجیدہ امیدواروں نے پرچہ؟ نامزدگی داخل کیا، مرد پانچ سو چھپن (556) اور عورتیں ستر (70) تھیں، ان میں سے پانچ سو چھیالیس (546) امیدوار اپنی ضمانت بچا نہیں پائے، ان کا اوسط 87.22 فی صد رہا، چار سو اٹھاسی مرد اور انھاون عورتیں (82.86) فیصد کو یہ ذلت اٹھانی پڑی۔

اب ایک نگاہ ضمانت ضبطی کے حوالے سے بہار اسمبلی انتخابات پر بھی ڈالتے چلیں، اسمبلی انتخابات پارلیامانی انتخاب کے ایک سال بعد یعنی 2015 اور 2020 میں ہوئے تھے، بہار اسمبلی کے لیے چونتیس سو پچاس آزاد امیدوار میدان میں تھے۔ 3177 مرد اور 273 عورتیں تھیں، ان میں سے 2935 امیدواروں یعنی 85 فیصد کی ضمانت ضبط ہوئی، جن میں مردوں کی تعداد 2714 (85.43) اور عورتوں کی تعداد 221 (80.95) فی صد رہی، 2020 میں آزاد امیدواروں کی تعداد بڑھ کر 3733 ہوگئی، جن میں 3362 مرد اور تین سو ستر عورتیں تھیں۔ 3205 (85.86) امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوئی۔ 2902 (86.32) مرد اور 302 (81.62) عورتیں تھیں۔

اس جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ پارلیامنٹ کی بہ نسبت اسمبلی انتخابات میں غیر سنجیدہ اور آزاد امیدواروں کی تعداد بڑی ہوتی ہے، ضمانت کی اس چھوٹی رقم کے ضبط ہوجانے سے ان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن انتخابی کمیشن کو انتظام وانصرام میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا حل دو ہے ایک تو یہ کہ زر ضمانت میں اس قدر اضافہ کیا جائے کہ غیر سنجیدہ امیدوار پرچہ نامزدگی داخل نہ کریں، دوسرا حل یہ ہے کہ جس طرح ووٹر بیداری مہم پر انتخابی کمیشن توجہ دے رہا ہے، اسی طرح اس کو روکنے کے لیے بھی مثبت اقدام کرے تاکہ یہ سلسلہ مزید دراز نہ ہو۔

### اچھی باتیں

''اگر کوئی آپ کو نیچا دکھانا چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے آپ اُن سے کافی اونچے ہیں۔ ☆ والدین کی بات پر اتنا یقین تو رکھیں جتنا آپ ''دوائی'' پر رکھتے ہیں، تھوڑی کڑوی ضرور ہوتی ہے، لیکن فائدہ مند ہوتی ہے ☆ ہر بات کو سنتے ہی یقین مت کرلیا کریں، کیوں کہ جھوٹ سچ سے زیادہ جلدی پھیل جاتا ہے ☆ مصیبت میں ہوں تو کبھی یہ نہ سوچیں کہ کون سا دوست کام آئے گا، بلکہ یہ سوچیں کہ اب کون سا دوست چھوڑ کر چلا جائے گا ☆ اگر کوئی درخت ٹیڑھا ہے تو اس کا مطلب ہے شروع میں اسے سیدھا رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی ☆ اگر کوئی آپ کو اپنی تکلیف سنائے تو اسے اچھے سے سنیے؛ کیوں کہ آپ صرف سن رہے ہے، لیکن وہ اس حالت سے گذر رہا ہے''۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

### بلا تبصرہ

''لوک سبھا انتخابات کی سرگرمیاں جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہیں، سیاسی رہنماؤں کے درمیان تو تو، میں میں تیز تر ہوتی جارہی ہے، کبھی اشارے اور کنایے سے ایک دوسرے پر طنز کرنے والے لیڈران اب کھل کر بدزبانی پر آمادہ ہیں، انہیں نہ تو اپنے عہدے کا خیال ہے اور نہ ہی دوسرے کے وقار کا، بس کسی بھی حال میں چناؤ جیتنا ان کا مقصد ہے، حالاں کہ انتخابی مہمات کے دوران ''دن میں تارے دکھانے'' کی روایت قدیم ہے۔ اپنی چکنی چپڑی باتیں اور لچھے دار تقریروں سے لوگوں کو گمراہ اور بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں''۔ (ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، انقلاب ۶ رمئی ۲۴)

Scanned with CamScanner

# اللہ کی باتیں ـــــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## حوصلہ بلند رکھئے

''مسلمانو! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ان آزمائشوں سے گذرے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے، جن سے تم سے پہلے کی امتیں گذر چکی ہیں؟ ان کو تنگی اور سختی پیش آئی اور وہ ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے بول اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی، ان سے کہا گیا کہ سن لو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے'' (سورہ بقرہ:۲۱۴)

**مطلب**: جب صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں کے یہود و نصاریٰ اور منافقین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور انہیں طعنہ دینے، ذہنی تکلیف پہونچانے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، جن سے صحابہ کرام کرب و اضطراب میں مبتلا رہتے، ایک دفعہ تنگ آکر کچھ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الحاح والتجا کے طور پر کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی مدد کب آئے گی جس سے مخالفین کے ہوش ٹھکانے لگ جائیں، چنانچہ اس موقعہ پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ یہ ابتلاء و آزمائش ایک وقتی طوفان ہے، جو گذر جائے گا اس سے آپ لوگ کبیدہ خاطر نہ ہوں، کیونکہ پہلی امتیں بھی ان حالات سے گذر چکی ہیں اور انجام کار فتح اہل حق کی ہوئی، بسا اوقات ایسے حالات حق پرستوں پر آتے ہیں، جس کے باعث وہ ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، مگر پھر وقت کروٹ لیتا ہے، منظر نامہ بدلتا ہے اور امن و عافیت کی خوشگوار ہوا چلتی ہے، اس لئے سچے مومن حالات سے کبھی مایوس نہیں ہوتے ہیں، جو قوم حوصلہ بلند رکھتی ہے وہ کبھی بھی ناگفتہ بہ حالات سے شکست خوردہ نہیں ہوتی، غور کیجئے کہ ماضی میں اس امت پر نت نئے حالات آئے مگر وہ ہمت شکن نہیں ہوئی صبر و استقامت کے دامن کو پکڑے رکھا، اللہ نے انہیں سعادت نصیب فرمائی، تاتاری فتنے کا ایسا سیلاب امنڈا کہ دنیا بے یقینی سے دوچار ہو گئی اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب شاید یہ امت اپنی افادیت کھودے گی، مگر مسلمانوں نے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا، پھر وہ وقت آیا کہ فتنوں کے بادل چھٹ گئے اور اسلام پوری قوت و توانائی کے ساتھ برگ و بار ہوا۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

آج پورے عالم میں اور خود ہمارے ملک ہندستان میں مسلمانوں کو مستقل نشانہ بنایا جا رہا ہے، ان کے دینی و ملی تشخص و امتیازات کو مٹانے کے لئے قانون سازی بھی ہو رہی ہے اور منصوبہ بندی بھی، مگر ہم کو ان حالات سے نہیں گھبرانا ہے، بلکہ اپنے ایمان و عقیدے کے تحفظ و بقا کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہنا ہے، استقامت اور بیدار مغزی سے حالات کا مقابلہ کرنا ہے اور باعزت زندہ رہنے کے لئے اپنی زندگی کا ثبوت دینا ہے، ان شاء اللہ حق غالب ہوگا اور باطل مغلوب ہوگا ''وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ''

## گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم عمل کے لئے انتظار کرتے ہو، اس خوشحالی اور دولت مندی کا جو آدمی کو سرکش کر دیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو اس ناداری اور محتاجی کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو حالت بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا عقل و ہوش کھو دینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آنے والی اور فنا کر دینے والی موت کا، یا تم منتظر ہو دجال کے اور دجال بدترین غائب ہے، جس کا انتظار ہے، یا منتظر ہو قیامت کے دن کا اور قیامت بڑا سخت حادثہ اور بڑا کڑوا گھونٹ ہے'' (ترمذی شریف)

**وضاحت**: زندگی کے کچھ لمحات فیصلہ کے لمحات ہوتے ہیں، وہ قیمتی گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر انسانوں نے ان لمحات کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا، تو یقین مانئے کہ اس کی زندگی ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہوگی اور اگر ان لمحات کو لایعنی کاموں میں صرف کر دیا تو پھر اس کو ایسا نقصان ہوگا کہ اس کی تلافی بعد میں ناممکن ہو جائے گی، اس لئے اللہ نے جو وقت اور موقعہ دیا، اس کو صحیح وقت پر استعمال کیجئے، کل پر اس کو ہرگز نہ ٹالئے، کل کو کس نے دیکھا ہے، زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، ابھی صحت و تندرستی ہے، مال و دولت کی فراوانی ہے، جوانی اور توانائی ہے، لیکن یہ سب ڈھلتے ہوئے سائے کی مانند ہے، کیا معلوم یہ سایہ دراز ہوگا یا سکر جائے گا، اس لئے دنیا میں کامیاب انسان کی یہی علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ وقت پر صحیح فیصلہ لے کر ترقی اور خوشحالی کی شاہ راہ پر گامزن رہے، جو لوگ فرصت اور فراغت کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تن آسانی میں اپنا وقت گذار دیتے ہیں، گویا وہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور بلاؤں اور آفتوں میں سے جب کوئی بلا اور آفت آن پڑے اور جب وہ جاگیں، مگر وہ وقت نکل چکا ہوگا اور کفِ افسوس کریں گے کہ کاش! جوانی و توانی کو یاد خدا میں لگایا ہوتا، اب تو جسمانی قویٰ مضمحل یہ ہو چکا ہے، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، عقل و ہوش کھو بیٹھا، اس دن کے آنے سے پہلے خود کو ابھی سے تیار کر لیجئے اور دعا و مناجات کے ذریعہ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کیجئے، ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تندرستی اور فرصت کے لمحات دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ ٹوٹے میں مبتلا ہیں اور جن سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں، صحت ہوتی ہے تو اس کے استعمال میں احتیاط نہیں ہوتی ہے اور فرصت ملتی ہے تو اسے ضائع کر دیا جاتا ہے، اسی بنا پر بہت سے باصلاحیت اور ذہین افراد کی محنتوں اور افادات سے آج امت محروم ہے، پیشگی بچاؤ کا یہی مثبت طریقہ ہے، ان طریقوں کو استعمال کر کے مستقبل کے اندیشوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، اسی میں ہوشمندی اور عقلمندی کا راز پوشیدہ ہے، اگر انسان اپنی کوشش جاری رکھے تو یقینی طور پر وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے گا اور اگر اس نے وقت ضائع کیا تو افسوس کرے گا مگر وہ وقت گذر چکا ہوگا۔

# دینی مسائل

مفتی احکام الحق قاسمی

## اگر دوران طواف وضو ٹوٹ جائے

**س**: اگر طواف کرتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

**ج**: طواف کے لئے وضو شرط ہے، اگر دوران طواف وضو ٹوٹ جائے تو جہاں وضو ٹوٹا ہے وہیں پر طواف روک کر باہر نکل جائے اور دوبارہ وضو کر کے از سر نو طواف کرے، لیکن اگر چار یا اس سے زیادہ چکر پورے کرنے کے بعد وضو ٹوٹا ہے تو اس صورت میں وضو کر کے جہاں پہ وضو ٹوٹا ہے وہیں سے بقیہ چکر پورا کر لے تو اس سے بھی طواف درست ہو جائے گا: "لو خرج من الطواف او من السعی الی جنازة او مکتوبة او تجدید وضوء ثم عاد بنی لو کان ذالک بعد اتیان اکثره ولو استأنف لاشیء علیه ویستحب الاستئناف فی الطواف اذا کان قبل أکثره" (غنیة الناسک، ص:۱۲۷، باب ماهیة الطواف)

## عمرہ کا طواف بغیر وضو یا بحالت جنابت کیا

**س**: اگر کسی نے عمرہ کا طواف بغیر وضو یا بحالت جنابت یا حیض یا نفاس کیا تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**ج**: عمرہ کا طواف بغیر وضو یا بحالت جنابت یا حیض یا نفاس کیا گیا تو ایک دم یعنی دنبہ یا بکری حدود حرم میں ذبح کرنا لازم ہوگا، البتہ اگر وضو کر کے یا پاکی کی حالت میں دوبارہ طواف کر لیا جائے تو یہ دم ساقط ہو جائے گا: "ولو طاف للعمرة کله او اکثره او اقله ولو شوطا جنبا او حائضا او نفساء او محدثا فعلیه شاة لافرق بین الکثیر والقلیل والجنب والمحدث لانه لامدخل فی طواف العمرة للبدنة ولا للصدقة... وان اعاد سقط عنه الدم" (رد المحتار:۳/۵۸۳)

## طواف زیارت بغیر وضو کیا

**س**: حج کرنے والے نے طواف زیارت بغیر وضو کیا تو شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج**: بغیر وضو طواف کرنا ممنوع ہے، اگر کسی نے طواف زیارت بغیر وضو کر لیا تو اس پر دم لازم ہوگا، البتہ اگر وہ وضو کے ساتھ دوبارہ طواف کر لیتا ہے تو دم ساقط ہو جائے گا: "ولو طافه للزیارة کله او اکثره محدثا فعلیه شاة وعلیه الاعادة استحبابا... فان اعاده سقط عنه الدم سواء اعاده فی ایام النحر او بعدها ولاشیء علیه للتاخیر" (ارشاد الساری، ص:۴۹۰)

## طواف زیارت جنابت یا حیض کی حالت میں کیا

**س**: اگر کسی نے ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر لیا تو شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج**: جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرنا ممنوع ہے، اگر کسی نے اسی حالت میں طواف زیارت کر لیا تو گناہ ہوگا اور حرم کے حدود میں بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ذبح کرنا لازم ہوگا، اس پر ضروری ہوگا کہ غسل کر کے دوبارہ پاکی کی حالت میں طواف زیارت کر لے، اگر ایسا کر لیا جاتا ہے تو اس سے بدنہ ساقط ہو جائے گا: "ولو طاف للزیارة جنبا او حائضا او نفساء کله او اکثره وهو اربعة اشواط فعلیه بدنة ویقع معتدا به فی حق التحلل ویصیر عاصیا ویعیده طاهرا حتما، فان اعاده سقطت عنه البدنة" (غنیة الناسک، ص:۲۷۳، باب الجنایات، الفصل الثالث)

## طواف زیارت جنابت میں کیا لیکن طواف وداع پاکی میں کیا

**س**: کسی نے طواف زیارت بحالت جنابت کیا، لیکن طواف وداع پاکی کی حالت میں کیا تو شرعاً کیا حکم ہے، یہ طواف وداع طواف زیارت بنے گا یا نہیں اور دم لازم آئے گا یا بدنہ؟

**ج**: اگر کسی نے طواف زیارت بحالت جنابت کیا، لیکن ۱۲ر ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے طواف وداع پاکی میں کر لیا تو یہ طواف وداع اس کے لئے طواف زیارت بن جائے گا اور طواف وداع ترک کرنے کا دم دینا ہوگا، البتہ اگر اس کے بعد کوئی اور طواف کر لیا، تو وہ طواف، طواف وداع بن جائے گا اور دم ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر طواف زیارت جنابت میں کرنے کے بعد پاکی کی حالت میں طواف وداع کیا، لیکن یہ طواف ۱۲ر ذی الحجہ کے بعد کیا، تو بھی یہ طواف، طواف زیارت بن جائے گا، مگر تاخیر کی وجہ سے ایک دم اور طواف وداع ترک کرنے کی وجہ سے جو دم واجب ہوا تھا، وہ ساقط ہو جائے گا اور طواف زیارت میں تاخیر کی وجہ سے صرف ایک دم دینا کافی ہوگا (حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:۳/۶۲) "لو طاف للزیارة جنبا وللصدر طاهرا فان طاف للصدر فی ایام النحر فعلیه دم لترک الصدر لانه انتقل الی الزیارة، وان طاف للصدر ثانیا فلاشیء علیه، وان طاف للصدر بعد ایام النحر فعلیه دمان، دم لترک الصدر ودم لتاخیر الزیارة وان طاف للصدر ثانیا سقط عنه دمه" (غنیة الناسک، ص:۲۷۴، باب الجنایات)

## پیشاب کی نلکی لگے طواف کرنا

**س**: ایک شخص جس کو پیشاب کے راستہ میں نلکی لگی ہوئی ہے اور اس نلکی کے ذریعہ پیشاب ایک تھیلی میں جمع ہوتا ہے، کیا اس تھیلی کے ساتھ طواف درست ہے؟

**ج**: صورت مسئولہ میں شخص مذکور جس کو پیشاب کی نلکی لگی ہوئی ہے وہ اسی حالت میں طواف کر سکتا ہے، شرعاً جائز و درست ہے، طواف ہو جائے گا، البتہ بہتر یہ ہے کہ طواف سے پہلے پیشاب کی تھیلی کو پیشاب سے خالی کر دے: "فاما الطهارة عن النجس فلیست من شرائط الجواز بالاجماع فلایفترض تحصیلها ولاتجب ایضا لکنه سنة حتی طاف وعلی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرهم جاز ولایلزمه شیء الا انه یکره" (بدائع الصنائع:۲/۳۱۰) ـ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 18 مورخہ ۴؍ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۳؍مئی ۲۰۲۴ء روز سوموار

## بڑھتی عمر کے سایے

انسان پیدائش کے بعد موت تک کئی مراحل سے گذرتا ہے، پہلے بچپن کی کلکاریاں ختم ہوتی ہیں اور وہ شعور کی دنیا میں قدم رکھتا ہے اس کی جسمانی اور دماغی حالت میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، پھر جب وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو اس کی امنگیں، حوصلہ، جذبات سب کچھ بدل جاتے ہیں، جوانی کی سرحد پار کرکے جب وہ بڑھاپے میں قدم رکھتا ہے تو اس کی طاقت وقوت فنا ہو چکی ہوتی ہے، کمر جھک جاتی ہے اور عموماً کسی کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے، اور پھر ایک دن وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔
زندگی کے ہر مرحلے کو آسانی سے جیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ انسان بڑھتی عمر کے سایے میں ہونے والی تبدیلیوں سے ایڈجسٹ کرنا سیکھ جائے، وہ مان لے کہ اب ہماری صحت وقوت، دماغی حالت اور اعضاء وجوارح پہلے کی طرح نہیں رہے، یہ احساس انسان کو حقائق کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتا ہے، ظاہر ہے بڑھتی عمر اور اس کے اثرات کو روک پانا کسی کے بس میں نہیں، اس لیے اس عمر میں جسمانی اور دماغی بدلاؤ کو ہی نہیں، خاندان کے رویہ کو بھی قبول کرنا ہوتا ہے، حالات کے اعتبار سے اپنے سلوک میں نرمی اور لچیلا پن پیدا کرنا ہوتا ہے، ان مسائل سے نمٹنے کے لیے مثبت طریقۂ کار اپنانے ہوتے ہیں اور اپنے احساسات وخیالات کو نئے زاویہ سے دیکھنا ہوتا ہے، تبھی آپ بدلاؤ کا سامنا کرنے کے قابل ہو پاتے ہیں۔
بڑھاپا آنا ہی ہے، اگر بچپن اور جوانی میں موت نے نہیں آلیا تو۔ ایسے میں اپنے کو مشغول رکھنا سب سے زیادہ مفید اور کارآمد ہوتا ہے، یہ مشغولیت بال بچوں کے ساتھ گپیں لڑانے، اپنے تجربات ان تک منتقل کرنے اور زندگی کے نشیب وفراز سے انہیں واقف کرانے کی بھی ہو سکتی ہے، گاؤں، سماج کے لوگوں سے مضبوط روابط ان کی پریشانیوں میں حوصلہ افزائی اور تھوڑا وقت ان کے ساتھ گذارنا بھی اپنی صحت بنائے رکھنے کے کام آتا ہے، علم تو ماں کی گود سے قبر تک حاصل کیا جا سکتا ہے، کچھ نیا سیکھنے کے فیصلے بھی آپ کو بڑھتی عمر سے پیدا ہونے والے تناؤ سے نکالنے میں معاون ہوتے ہیں، مثلاً گھریلو کاموں میں ہلکی پھلکی معاونت، اس سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی قدر وقیمت بھی بڑھے گی، خاندان کے لوگ آپ کی طرف متوجہ رہیں گے اور آپ کا خیال رکھیں گے، اگر آپ نے بچوں کی تربیت اسلامی نہج پر کی ہے تو وہ بڑھاپے میں آپ کے کام آئیں گے، اور کم از کم اولڈ ایج ہوم لے جا کر چھوڑ نہیں آئیں گے، اس کے لیے آپ کو بھی ان کا خیال رکھنا ہوگا، ٹھیک ہے آپ کو نیند نہیں آرہی ہے، لیکن اس کا حل یہ نہیں ہے کہ جو لوگ سو رہے ہیں انہیں رات کے دیر گیے جگائیں، آپ اگر ان سے کوئی خدمت لینا چاہتے ہیں تو بھی ضروری ہے کہ ان کے آرام وراحت کے وقت میں انہیں زحمت نہ دیں، اگر آپ نے ان کے اوقات کا خیال نہیں رکھا تو وہ آپ سے عاجز آجائیں گے اور ان کا سلوک بدل جائے گا، اسی طرح چھوٹے چھوٹے کاموں پر اپنے عزیزوں کی تعریف کرنا، مثلاً دلہن نے کھانا بنایا آپ اس میں خرابیاں نکال رہے ہیں، شریعت نے کھانے میں خرابیاں نکالنے سے منع کیا ہے، تعریف کرنے سے نہیں، اس لیے جی بھر کر تعریف کیجئے اس کی وجہ سے ان کے دل میں آپ کے لیے خاصی جگہ بن جائے گی، یہ چند باتیں بڑوں کے تجربات پر مبنی ہیں، میری رائے ہے کہ بڑھتی عمر کے سایے کے اثرات سے پہلے خود کو ایڈجسٹ کرنا چاہئے، پھر خاندان اور سماج کے احوال کو دیکھ کر طریقۂ کار وضع کرنا چاہیے، مختلف خاندانوں کے احوال الگ الگ ہوتے ہیں، اس لیے ہر گھر میں ایک ہی فارمولہ کارگر نہیں ہو سکتا، اس کی تعیین خود کرنی ہوگی کہ عمر کی کس منزل میں ہمیں کون سا طریقہ اپنانا ہے۔

## پارلیمانی انتخاب-مسلمانوں کے شعور کا امتحان

جمہوریت میں حکمرانوں کا انتخاب ووٹوں کے ذریعہ ہوتا ہے، پہلے ارکان چنے جاتے ہیں اور پھر جس پارٹی کے ارکان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، وہ اپنے میں سے کسی کو پارٹی لیڈر منتخب کر لیتا ہے، اور یہ منتخب شدہ شخص ملک کا وزیر اعظم اور حکمراں بن بیٹھتا ہے، اور اپنی پارٹی کے اصولوں کو سامنے رکھ کر حکومت چلاتا ہے، کبھی کبھی خارجی دباؤ بھی حکمراں کو جھیلنا پڑتا ہے، جیسے موجودہ بھاجپا کی حکومت بھاجپا کا اپنا منشور، دستور اور مینی فیسٹو ہے، اس کے ساتھ اسے آر ایس ایس کے نظریات کو سامنے رکھ کر حکمرانی کرنی پڑتی ہے، کیوں کہ بھاجپا اصلاً آر ایس ایس کی سیاسی ونگ ہے، اور وہ خود کو کسی مرحلے میں اس سے الگ نہیں کر سکتی۔
عوام کے حصے میں ارکان کا انتخاب آتا ہے، لیکن ہر پارٹی کا امیدوار اپنی پارٹی کے نظریات کے تابع ہوتا ہے، چاہے وہ ذاتی زندگی میں ان کو اہمیت نہ دیتا ہو، مگر اسے پارٹی کے اصول ونظریات کا پابند ہونا پڑتا ہے، اسی لیے بڑے کہتے ہیں کہ ووٹ دیتے وقت پارٹی کو سامنے رکھنا چاہیے نہ کہ امیدوار کو، اس لیے کہ اگر آپ نے کسی کو اچھا سمجھ کر جتا دیا اور وہ فرقہ پرست پارٹی کا امیدوار تھا تو وہ حکومت بنانے میں اپنی پارٹی کا ہی معاون بنے گا، نہ کہ کسی دوسری پارٹی کا؛ اس لیے ووٹ دیتے وقت ان باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔
رہ گیے مسلمان، تو ان کے لئے ووٹ دینا دوسری ذمہ داریوں کی طرح ایک ذمہ داری ہے، اس لیے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، پردیس کی ملازمت، باد سموم کے گرم جھونکے، دھوپ کی تمازت کو اس کام میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اور مسلمانوں کو خصوصاً اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ووٹوں میں بکھراؤ نہ ہو، ہو سکتا ہے آپ کے حلقے سے ساری پارٹیوں نے مسلمانوں کو ہی کھڑا کیا ہو، ایسے میں دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے، ایک تو یہ کہ وہ کس پارٹی کا امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ متحدہ ووٹنگ کے ذریعہ ہمیں سیکولر پارٹی کے امیدوار کو جتانا ہے، سیکولر پارٹیاں کئی ہو سکتی ہیں، لیکن ان میں سے آپ کو ایسی پارٹی کا انتخاب کرنا ہے، جس کا فرقہ پرست پارٹی سے ساز باز نہ ہو اور بعد میں بھی امکان نہیں دکھتا ہو، ایسے امیدوار کو پارلیامنٹ پہونچانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ فرقہ پرستی کی آواز پر روک لگائی جا سکے اور ہندوستان سیکولر جمہوری راستے پر گامزن رہ سکے، یہ ہماری اخلاقی، ملی بلکہ شرعی ذمہ داری بھی ہے، اس لیے کہ اسلام کے احکام زندگی کے تمام موقعوں کے لیے ہیں، پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام نے ووٹ کے سلسلے میں کوئی رہنمائی نہ کی ہو۔
اکابر علماء کرام اور مفتیان عظام کی رائے ہے کہ ووٹ دینا امانت، شہادت اور وکالت کے دائرہ میں آتا ہے، امانت میں خیانت، جھوٹی شہادت اور غلط وکالت تینوں جرم عظیم اور موجب سزا ہے، اس لیے نہ تو امانت نااہلوں کے سپرد کی جا سکتی ہے اور نہ ہی جھوٹی شہادت دینی چاہیے، شہادت کے بارے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسے دینا ضروری ہے۔
قرآن کریم میں جانتے ہوئے گواہی نہ دینے کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ووٹ ضرور دیں اور جو لائق ہے اسے ووٹ دے کر پارلیامنٹ پہونچانے کا کام کریں، کسی پروپیگنڈے کے شکار نہ ہوں اور اپنی حق رائے دہی کا سلیقہ سے استعمال کریں، کیوں کہ آپ کا ایک ایک ووٹ ملک کے مستقبل کو طے کرے گا۔ اس سلسلے میں شرعی حدود وقیود کے ساتھ خواتین کو بھی اپنی حق رائے دہی کا استعمال کرنا چاہیے۔

## شادی میں تاخیر کی خواہش مند لڑکیاں

سماج میں بڑھتی ہوئی فحاشی کے وجوہات میں ایک لڑکی کی شادی میں تاخیر بھی ہے، یہ تاخیر کبھی تو تلک جہیز کی لعنت کی وجہ سے ہوتی ہے، باپ، ماں گارجین اور ولی غریب ہیں، وہ لڑکوں کے مطالبہ کو پورا نہیں کر پاتے، اس لیے مناسب لڑکے کی تلاش دشوار ہو جاتی ہے اور جوڑا نہیں ملنے کی وجہ سے کبھی کبھی تو شادی کی عمر نکل جاتی ہے، دوسرا سبب لڑکی کی اعلیٰ تعلیم کی خواہش اور اپنا کیریر بنانے کی ذُھن ہے، جس کی وجہ سے عمر بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب تک وہ اپنا کیریر بنائیں اور تعلیم مکمل کریں اس وقت تک بالوں میں چاندی جھلکنے لگتی ہے اور بڑھتی عمر کے سایے جسم پر دراز ہو جاتے ہیں، چنانچہ جب وہ شادی کرنا چاہتی ہیں تو بڑی عمر کی وجہ سے کوئی رشتہ نہیں ملتا اور ازدواجی زندگی گذارنے کا خیال محال ہو جاتا ہے، اور اگر رشتہ ہو بھی گیا تو ان کے ماں بننے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔
دنیا کے سا تھ ملکوں میں لڑکیاں اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مردوں سے بہتر ہیں، صورت حال یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے نہیں مل رہے ہیں، کم پڑھے لکھے لڑکوں سے رشتہ کرنا ان کی نظر میں بے میل ہوتا ہے، انہیں اپنے لیے قابل خاوند کی تلاش ہوتی ہے، اور وہ مل نہیں پاتے، اس کا حل مغرب نے یہ نکالا ہے کہ بیضۂ انثیٰ کو عورت کے جسم سے نکال کر فرج کر دیا جائے، اسے میڈیکل کی اصطلاح میں "ایگ فرج" کرنا کہتے ہیں، ایگ فرج ہونے کے بعد اس کی مادۂ منویہ سے ملنے کے بعد تولیدی صلاحیت باقی رہتی ہے، مغرب میں عورتیں کثرت سے اس کام کو کرا کر اپنی تولیدی صلاحیت بچانے کے کوشش کرتی ہیں؛ تاکہ جس عمر میں بھی مناسب مرد مل جائے وہ اپنی فطری خواہش توالد وتناسل کی پوری کر سکیں۔
امریکہ کی ایک سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ پانچ سالوں میں بیضۂ انثیٰ کو فرج کرانے والی عورتوں کی تعداد میں ڈیڑھ سو فی صد کا اضافہ ہوا ہے، ڈاکٹر نکولونولیس کہتے ہیں کہ گزشتہ دو دہائی میں عورتوں کی سوچ بدلی ہے، پہلے "ایگ فرج" کرانے کے لئے عورتیں بڑی عمر میں آتی تھیں، ان کی عمر کم از کم چالیس کے آس پاس ہوا کرتی تھی، اب بیس پچیس برس کی لڑکیاں بھی "ایگ فرج" کرانے کے لیے آرہی ہیں، حالاں کہ یہ عمل سستا نہیں ہے، اس میں سولہ سے بیس لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں، لیکن عورتیں معاشی اعتبار سے اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ وہ اس خرچ کو بغیر گارجین کی مدد کے بھی اٹھا لیتی ہیں، عورتوں کے "ایگ فرج" کرانے کی بڑھتی خواہش کو دیکھ کر امریکہ میں کئی کمپنیاں خود ہی یہ سہولت فراہم کرتی ہیں تاکہ عورتیں شوہر اور بچوں کے جھنجھٹ سے بچ کر ان کی کمپنی کو دیر تک اپنی خدمات دے سکیں۔
ہندوستان میں بھی خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول اور کیریر بنانے کی دھن روز افزوں ترقی پر ہے، خواتین اپنے شوہر کی دست نگر ہو کر نہیں رہنا چاہتی ہیں، یقیناً اعلیٰ تعلیم کا حصول اچھی بات ہے، لیکن اپنی فطری خواہشوں کو دبا کر اس میدان میں آگے بڑھنا بہت سارے مفاسد کو جنم دیتا ہے، ہندوستان میں ایسی لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پاتی ہے جن کی عمر توالد وتناسل کی ختم ہو گئی ہو، ہندوستان میں "ایگ فرج" کی سہولتیں بھی برائے نام دستیاب ہیں، اور اگر دستیاب ہوں بھی تو یہ غیر فطری عمل ہے، جس کے مضرات ومفاسد سے انکار نہیں کیا جا سکتا، ایسے میں ضرورت ہے کہ اعتدال اور توازن جو اسلام کا بنیادی اصول ہے اسے سامنے رکھا جائے اور شادی میں غیر معمولی تاخیر نہ کی جائے، کیوں کہ شادی کا ایک بڑا مقصد توالد وتناسل بھی ہے، اگر اس کی عمر ختم ہو گئی تو مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

## ایکس مسلم

انتخابی ہمہ ہمی اور ہل چل کے درمیان قومی اخبارات نے ایک بحث ایکس مسلم کی چھیڑ رکھی ہے، ایکس مسلم کے لیے ہمارے یہاں مرتد کی اصطلاح پہلے سے موجود ہے، اگر اس نے دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہو لیکن اگر اس نے جاوید اختر اور تسلیمہ نسرین کی طرح مذہب سے بیزاری کا اعلان کر دیا ہو اور کسی مذہب کو نہیں مانتا ہو تو اسے ہندی میں ناستک اور اردو میں دہریہ اور ملحد کہتے ہیں، ارتداد اور الحاد کا تعلق قلب سے ہے، اس کے بعد جو عملی معاملات سامنے آتے ہیں وہ اس عقیدہ کا عملی پرتو اور مظہر ہوا کرتا ہے۔
اخبارات میں یہ بحث اس لیے چل پڑی ہے کہ کیرل کی ایک خاتون صوفیہ نے عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) میں ایک عرضی دائر کی ہے کہ میں مسلم خاندان میں پیدا ہوئی ضرور لیکن اب نہ تو میں اسلام کو مانتی ہوں اور نہ ہی میرے والد، اس طرح میں ایکس مسلم ہوں اور اب میرا اسلام سے (نعوذ باللہ) کچھ لینا دینا نہیں ہے، اس لیے میرے والد کے انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم ہندوستانی قانون کے مطابق کی جائے نہ کہ مسلم پرسنل لا کے مطابق، اس عورت نے کیرل میں "ایکس مسلم" کے نام سے ایک تنظیم بھی بنا رکھی ہے اور خود اس کی جنرل سکریٹری ہے، یہ اسلام چھوڑ چکے لوگوں کی تنظیم ہے، جو ہر سال ۹؍جنوری کو اپنا "یوم قیام" مناتی ہے، یہ ہندوستان میں اس قسم کی پہلی تنظیم ہے، ہندوستان میں اسلام مخالف جماعت، تنظیم اور فرقہ پرست طاقتیں ایکس مسلم تنظیم کے ساتھ کھڑی ہیں اور عدالت عظمیٰ پر بھی دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ ہندوستان کو قانون سے اگر چلنا ہے تو صوفیہ کے حق میں فیصلہ ہونا چاہئے اور اگر شریعت سے چلنا ہے تو دوسری بات ہے، اب ان جاہلوں کو کون بتائے کہ مسلم پرسنل لا ہندوستانی قانون کا حصہ ہے اور اس کے تحت کیا جانے والا ہر فیصلہ قانون کے دائرے میں ہی ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

## یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

# مولانا ابرار احمد قاسمیؒ

جامعہ فیض القرآن کٹھیلا مدھوبنی کے بانی و مہتمم، مدرسہ محمود العلوم دملہ کے سابق ناظم، جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی، مدرسہ تجوید القرآن سمڈیگا کے سابق صدر مدرس مولانا ابرار احمد قاسمی نے ۳۰ر اپریل ۲۰۲۴ء مطابق ۲۰ر شوال ۱۴۴۵ھ بروز منگل بوقت صبح دس بجکر پچاس منٹ پر اپنے آبائی گاؤں کٹھیلا، مدھوبنی میں اس دنیا کو الوداع کہا، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عصر ان کے داماد مولانا فہیم اختر قاسمی ساکن نور چک، مدھوبنی نے پڑھائی کم و بیش ایک ہزار لوگ ان کے اس آخری سفر میں شریک ہوئے، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے حکم اور ہدایت پر امارت شرعیہ سے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی کی قیادت میں ایک موقر وفد نے جس میں مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی مرکزی دارالقضاء، مفتی احکام الحق قاسمی دارالافتاء امارت شرعیہ، مولانا عبد اللہ جاوید شعبہ تنظیم امارت شرعیہ شریک تھے، جنازہ میں شرکت کی اور تسلی و تعزیت کے کلمات کہے، پس ماندگان میں اہلیہ، پانچ لڑکے "مولوی شمس الدین، مولانا شہاب الدین قاسمی، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مولانا رضاء الدین قاسمی، حافظ صباح الدین عرف گلاب" اور ایک لڑکی "فرحت جہاں" کو چھوڑا، سب الحمد للہ مولانا مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، تدفین کٹھیلا کے مقامی قبرستان میں ہوئی۔

مولانا ابرار احمد قاسمی اپنے والد حاجی حبیب الرحمن اور والدہ جنت النساء کے گھر ۱۹۴۵ء میں کٹھیلا موجودہ ضلع مدھوبنی میں پیدا ہوئے، ان کے دادا ہادی علی بن مولانا بخش (شیخ حواری) بن مرزا علی بن چاند علی تھے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں پائی، ناظرۂ قرآن، درجات فارسی اور عربی سوم تک مدرسہ محمود العلوم دملہ میں حصول علم کے لئے فروکش رہے، ایک سال کے لئے ۱۹۶۱ء مطابق ۱۳۸۲ھ میں مظاہر علوم گئے اور وہاں کے بڑے اساتذہ مولانا وقار، مفتی مظفر حسین، حضرت شیخ زکریاؒ اور ان کے صاحبزادہ و جانشیں مولانا محمد طلحہ رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا، شرح جامی کے سال حضرت شیخ یونسؒ کے ساعت میں شریک ہونے کی وجہ سے وہ ان کے رفیق درس ہو گئے، ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۳ھ میں مولانا مرحوم کا داخلہ عربی پنجم میں ہو گیا اور ۱۹۶۵ء میں یہیں سے فراغت حاصل کی، یہاں ان کے نامور اساتذہ میں حضرت مولانا نصیر احمد خان، مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا فخر الدین مرادآبادی، مولانا محمد معراج، مولانا خورشید احمد اور حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ کا نام آتا ہے، بخاری شریف مرحوم نے مولانا فخر الدینؒ صاحب سے پڑھی تھی۔

تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سے کیا، ۶۷-۱۹۶۶ء میں وہ وہاں کے صدر مدرس رہے، ۱۹۶۷ء میں وہ مدرسہ تجوید القرآن سمڈیگا، جھارکھنڈ چلے گئے اور وہاں بھی تدریسی فرائض کے ساتھ صدر مدرس کے عہدے پر کام کیا، بعد میں مہتمم بنا دیے گئے، محمود العلوم دملہ کی سرپرستی جب قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ کے سر آئی تو انہوں نے اس گل سرسبد کا انتخاب مدرسہ محمود العلوم دملہ کے لئے کیا اور اس طرح ۱۹۸۰ کے اوائل میں وہ بحیثیت مہتمم (ناظم) دملہ تشریف لے آئے اور سترہ سالوں تک اس عہدے پر فائز رہ کر مدرسہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا مدرسہ کے لئے کثیر اراضی حاصل کی، پھر ایسے حالات بنے یا بنائے گئے کہ قاضی صاحب نے انہیں اس عہدے سے سبکدوش کر دیا اور پیش کش دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے اہتمام کی فرمائی، لیکن مولانا ابرار صاحب اس کے لئے تیار نہیں ہوئے اور اپنے مخلصین کے مشورے سے جامعہ فیضان القرآن کی بنیاد اپنے گاؤں کٹھیلا میں ڈالی اور پوری زندگی اس کو پروان چڑھانے میں لگا دیا، علاقہ میں لڑکیوں کی تعلیم کا مزاج بنایا اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے اس ادارہ نے علاقہ میں اپنی شناخت بنائی آج اس کا شمار لڑکیوں کے بہترین تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔

بسفی بلاک اور مدرسہ محمود العلوم دملہ سے میرا تعلق قدیم رہا ہے، بحالیوں کے لئے انٹرویو اور ممتحن کی حیثیت سے بھی میرا آنا جانا وہاں لگا رہا ہے، جب حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت سادس وہاں کے سرپرست تھے تو میٹنگوں میں ان کی نمائندگی ہمیشہ اس احقر کے ذمہ رہی، میرا احساس یہ ہے کہ مدرسہ محمود العلوم دملہ کی ذمہ داری نبھانا بڑا مشکل کام ہے، اس مشکل کام کو مولانا ابرار احمد صاحب نے سترہ سالوں تک نبھایا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، مولانا سے میرے تعلقات انتہائی قدیم تھے، مجھ سے محبت کرتے تھے اور میرے مضامین کے قدرداں تھے، جب بھی دملہ یا اس کے نواح میں جانا ہوتا، مولانا سے ملاقات کے لئے میری حاضری ہوتی، بعض دفعہ وہ فیضان القرآن کے طالبات کے درمیان خطاب کا بھی حکم دیتے اور کبھی تعلیمی جائزہ کا بھی، ایسی بافیض شخصیت کا دنیا سے چلے جانا ہم سب کے لئے موجب غم و الم ہے، لیکن کیا کیا جائے، قدرت کا ایک نظام ہے اور موت آنی ہی ہے، مولانا کو بھی موت آگئی اور وہ اپنے رب حقیقی کے پاس چلے گئے، جس کی رضا کے لئے وہ پوری زندگی کام کرتے رہے۔ رحمه الله رحمة واسعة

## کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

# حیــــاتی

ہندوستان میں جن بزرگوں کی طرف میرا دل کھنچتا ہے اور ان کی محبت بھی مجھے حاصل ہے ان میں ایک بڑا نام علم و فضل، تقویٰ طہارت، صلاحیت و صالحیت اور خدمات کے اعتبار سے حضرت مولانا سید شاہ تقی الدین ندوی فردوسی حفظہ اللہ (ولادت جولائی ۱۹۴۳) بن سید شاہ عنایت اللہ فردوسی (م ار دسمبر ۱۹۹۱ء) بن سید شاہ فضل حسین منیری (م ۱۹۴۴) بن سید شاہ امجد حسین (م ۱۹۲۱) کا ہے، وہ پیرانہ سالی کے باوجود پٹنہ میں نظام الاوقات کی پابندی کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اور عمر کی اس منزل میں بھی لکھنے، پڑھنے کا کام کرتے ہیں، عزیزوں کی خاطر داری کے لیے اس کام کو بھی قبول کر لیتے ہیں، جو بڑی محنت کا ہوتا ہے، وقت طلب ہوتا ہے، مثال کے طور پر میری کتاب "نئے مسائل کے شرعی احکام" کا عربی ایڈیشن "المسائل المستجدة في ضوء الاحكام الشرعية" لانا تھا، تو ڈرتے ڈرتے میں نے حضرت سے اس کتاب کے مواد اور زبان و بیان دونوں پر نظر ثانی کی درخواست کی، میں جانتا تھا کہ یہ کام کس قدر مشکل ہے، آج کے دور میں جب معاصرین بھی کتابیں پڑھنا پسند نہیں کرتے، حضرت نے بڑی خوش دلی سے اس کام کو اپنے ذمہ لے لیا اور انتہائی ژرف نگاہی کے ساتھ زبان و بیان کے اعتبار سے اس پر نظر ثانی کا کام انجام دیا، روزانہ اس کتاب کے لیے دو گھنٹے مختص کئے اور چند دنوں میں اس لائق بنا دیا کہ وہ چھپ کر منظر عام پر آجائے، چھپ کر آئی تو بھی بڑے اونچے حوصلہ افزائی کے کلمات کہے، چونکہ حضرت کا اپنا مقالہ بھی عربی زبان میں "القضايا المعاصرة في فتاوى علماء مسلمي الشرق الاوسط" کے عنوان سے سات سو صفحات پر مشتمل تھا، جس پر انہیں ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ اس لیے مواد کے اعتبار سے بھی انہوں نے اس کتاب کو جانچا، پرکھا اور اطمینان کا اظہار کیا، اتنا ہی نہیں اس کتاب پر ایک قیمتی مقدمہ لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کیا، یہ حضرت کی خورد نوازی کی ایک مثال ہے۔

ہم جیسے چھوٹوں کی کیا بات ہے؟ وقت کے بڑے بڑے علماء کی نگاہ میں ان کی بڑی وقعت رہی ہے، ان کی ذہانت و فطانت، دینی ذوق و شوق اور اصابت رائے کی وجہ سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ جیسے یگانہ روزگار انہیں عزیز تر رکھتے تھے، مرشد امت حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندویؒ اور مولانا سعید الرحمن اعظمی حفظہ اللہ کی شفقت بھی انہیں حاصل رہی ہے۔ طلب علم کے لئے جامعہ ازہر شریف جامعۃ القاہرہ، جامعہ عین شمس جہاں کہیں تشریف لے گیے، اپنے علمی انہماک، وقت کی پابندی حسن اخلاق کی وجہ سے اساتذہ اور ساتھیوں کے منظور نظر اور محبوب بن کر رہے، زندگی کا بیش تر حصہ حضرت کا مصر اور سعودی عرب میں درس و تدریس میں گذرا، سبکدوشی کے بعد وطن کی محبت انہیں ہندوستان کھینچ لائی اور ان دنوں وہ سبزی باغ میں اپنے مکان میں فروکش ہیں اور علمی کاموں میں منہمک رہتے ہیں۔

آپ کی تحقیق کا اصل میدان فقہ و مسائل شرعیہ ہیں، عربی زبان و ادب پر مہارت کے قائل ان کے عرب معاصرین بھی ہیں، ان کی عربی میں دو کتاب ندوۃ العلماء سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

حضرت نے آپ بیتی لکھنے کا کام بظاہر مولانا نذر الحفیظ ندویؒ کے تقاضہ پر شروع کیا تھا، میری بھی دلی خواہش تھی کہ حضرت اپنی زندگی کے احوال خود اپنے قلم سے لکھ ڈالیں، تاکہ ایک پورے دور اور شخصیات کی تاریخ محفوظ ہو جائے اور بعد میں آنے والوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو، مجھے یاد نہیں کہ میں ان سے اس خواہش کا اظہار کر سکا یا نہیں، مگر بزرگوں کے پاس علم کا ایک ذریعہ کشف بھی ہوا کرتا ہے، خیال چاہے جیسے پیدا ہوا ہو، مولانا نذر الحفیظ صاحب کی رائے کی تائید میری جانب سے بھی ہو گئی، چنانچہ حضرت نے اپنی آپ بیتی اپنے قلم سے "حیاتی" کے نام سے لکھ ڈالا، نام عربی میں ہے، زبان اردو ہے، اس نام ہی سے تواضع و انکساری کی بُو آتی ہے، کوئی بلند بانگ دعویٰ نہیں، صرف "میری زندگی" کا عنوان لگا دیا گیا ہے، اور ملک، بیرون ملک، خصوصاً مصر، سعودی عرب اور ہندوستان کے پورے ایک عہد کی تاریخ، ادارے اور شخصیات کے حوالہ سے اس کتاب میں درج ہو کر محفوظ ہو گئی، خانقاہ منیر شریف اور اس کی عظیم شخصیات کے احوال و کوائف سے بھی اس کتاب کے ذریعہ ہم واقف ہوئے ہیں، حضرت نے اس آپ بیتی میں قارئین کے لیے "علم سینہ" کو "علم سفینہ" بنا دیا ہے، اگر یہ کام نہ ہوتا تو ہم حضرت کی زندگی کے در و بست، نشیب و فراز اور اس عہد کی نامور شخصیات اور کارناموں سے واقف نہیں ہو پاتے۔

سوانح نگاری اور آپ بیتی ایک فن ہے اور کہنا چاہیے کہ اسلامی فن ہے، قرآن کریم میں انبیاء کا تذکرہ دونوں انداز میں کیا گیا ہے، کہیں "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ" کہہ کر نبی نے اپنی حیثیت اور مقام کا ذکر کیا، کہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان کرنے کو کہا گیا کہ "اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً" اور کہیں اسے سوانحی انداز میں بیان کیا گیا اور اسے غور و فکر، عبرت و موعظت کا سامان قرار دیا گیا، "فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" اور "فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ" کہہ کر سوانح نگاری اور آپ بیتی کے مقاصد کی طرف رہنمائی کی گئی؛ تاکہ بندہ شخصیات سے واقف ہو کر زندگی کے نشیب و فراز پر غور کرے اور جو معاملات و مسائل عبرت و موعظت کے ہوں ان سے سبق حاصل کرے۔

یہی وجہ ہے کہ عربی و اردو دونوں زبانوں میں آپ بیتی لکھنے کا رواج قدیم، مضبوط اور مستحکم ہے، عصر حاضر میں طٰہٰ حسین کی "الایام" اور احمد امین کی "حیاتی" کا شمار عربی کی مقبول خودنوشت میں ہوتا ہے، اردو میں شعراء، ادباء اور علماء نے بھی بڑی تعداد میں آپ بیتیاں لکھی ہیں۔

اردو میں آپ بیتی لکھنے کا رجحان ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے بعد ہوا، میرے علم کے مطابق پہلی آپ بیتی مولانا جعفر تھانیسریؒ نے "تواریخ عجیب المعروف کالا پانی" کے نام سے لکھی، جن آپ بیتیوں نے شہرت حاصل کی ان میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی "نقش حیات" مولانا عبد الماجد دریابادی کی "آپ بیتی"، جوش ملیح آبادی کی "یادوں کی برات"، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی "کاروان زندگی" مولانا منظور نعمانیؒ کی "تحدیث نعمت" نواب سید خاں چھتاری کی "یاد ایام" عبد المجید سالک کی "سرگذشت" اختر حسین رائے پوری کی "گرد راہ" شوکت تھانوی کی "مابدولت" آغا شورش کاشمیری کی "بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل، قرۃ العین حیدر کی "کار جہاں دراز ہے"، قدرت اللہ شہاب کا "شہاب نامہ" حضرت شیخ زکریاؒ کی "آپ بیتی" شیخ محمد عبد اللہ کی "آتش چنار" اسیر ادروی کی "داستان ناتمام" خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس فہرست میں بہار کے خودنوشت لکھنے والوں کو شامل کیا جائے تو شاد عظیم آبادی کی خودنوشت "شاد کی کہانی شاد کی زبانی" کلیم الدین احمد کی "اپنی تلاش میں" ڈاکٹر کلیم عاجز کی "ابھی سن لو مجھ سے" ڈاکٹر راجندر پرشاد کی "اپنی کہانی" مولانا مناظر احسن گیلانی کی "احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن" اقبال حسین کی "داستاں میری" اور احقر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) کی "یادوں کے قافلے" کا شمار مشہور و مقبول خودنوشت میں ہوتا ہے، یہ آپ بیتی کی فہرست سازی نہیں ہے، یہاں نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کا موقع، حافظہ کی گرفت میں جو نام تھے وہ بے اختیار نوک قلم پر آگیے۔

"حیاتی" اسی سلسلۃ الذہب کی آخری تو نہیں مضبوط کڑی ہے اور خودنوشت نگاری کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے، حضرت نے اپنی اس آپ بیتی میں بزرگوں کے ذکر میں القاب و آداب کی پوری رعایت رکھی ہے، جو خانقاہی تربیت کا اثر ہے، وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور مولانا سید محمد رابع حسنی رحمہما اللہ کا ذکر سماحۃ الوالد کے ساتھ کرتے ہیں، یہ احسان شناسی کی اعلیٰ مثال ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۳ ر پر)

Scanned with CamScanner

# حکایات اہل دل

قلم: مولانا رضوان احمد ندوی

**خوف آخرت:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ خزانچی تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ خزانے کے کمروں کی صفائی کرالو جب صفائی ہو رہی تھی تو کمرے کی زمین پر ایک درہم پڑا رہ گیا اتنے میں حضرت عمرؓ کا ایک بچہ ادھر کھیلتا آیا، ابوموسیٰ اشعریؓ نے وہ درہم بچے کو دے دیا، بچہ خوشی سے لے کر باہر گیا، حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تو فرمایا کہ ابوموسیٰ تم چاہتے ہو کہ عمر کے گھرانے والوں پر امت محمدیہ کے تمام لوگوں کا حق ہو اور وہ اس میں ماخوذ ہوں، یہ تو پوری قوم کا مال ہے، یہ تھی ان حضرات کی مال کے بارے احتیاط۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک شخص سے ایک درخت کے بارے میں جھگڑا تھا، ہر ایک کہتا کہ یہ درخت میری زمین میں ہے، صدیق اکبرؓ نے اس کو سخت جملہ کہہ دیا، پھر خیال ہوا تو انہوں نے کہا کہ ایسا ہی جملہ تم مجھے بولو اس نے کہا میں آپ کیلئے نہیں بول سکتا، آپ بڑے ہیں، صدیق اکبرؓ نے فرمایا تم آخرت میں مجھے سزا دلوانا چاہتے ہو، معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اس نے پھر بھی انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدیق کو معاف کر کے اس کیلئے استغفار کرو، اس نے ایسا ہی کر دیا تب بھی صدیق اکبرؓ روتے ہوئے گھر لوٹے۔

(۳) ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میرے لڑکے سے آپ اپنی لڑکی کی شادی کر دیں، ابن عمرؓ نے نہ تو اس کو صراحۃً منع کیا اور نہ اقرار ہی کیا گول مول بات 'دیکھا جائے گا' فرمادی، جب ابن عمرؓ کا انتقال ہونے لگا تو فرمایا لوگو! گواہ رہو میں نے اس شخص کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی، اس لئے کہ اس نے میرے جواب سے وعدہ سمجھا ہوگا ایسا لگتا ہے، تو میں کہیں وعدہ کے ایفاء نہ کرنے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں، اللہ اکبر! حالانکہ صراحۃً وعدہ کیا بھی نہیں تھا، یہ تھی احتیاط اور نبی کی بات پر یقین اور خوف آخرت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تین دن ایک شخص سے اس وعدہ پر کھڑے رہے کہ اس نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ٹھہرے رہنا میں آتا ہوں اور خفا بھی نہ ہوئے صرف اتنا کہا کہ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔

**ملاقات کے آداب:** خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے، ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ابوموسیٰ اشعریؓ ایک بار عمر فاروقؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر آئے، دروازہ پر کھڑے ہو کر انہوں نے کہا کہ آپ پر سلامتی ہو، یہ ابوموسیٰ اشعری ہے (السلام علیکم هذا ابو موسیٰ الاشعری) اس طرح انہوں نے تین بار کہا، مگر انہیں اندر سے کوئی جواب نہیں ملا، اس کے بعد وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر غالباً کسی کام میں مشغول تھے، فوری طور پر جواب نہ دے سکے، بعد کو جب انہیں معلوم ہوا کہ ابوموسیٰ الاشعریؓ واپس چلے گئے تو اگلے دن حضرت عمر نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تم واپس کیوں چلے گئے، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے تین بار اجازت مانگے اور پھر بھی اس کو صاحب مکان کی طرف سے اجازت نہ ملے تو اس کے بعد وہ واپس چلا جائے، حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ الاشعریؓ سے کہا کہ اس قول رسول پر تم گواہ پیش کرو، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا (والا اوجعتک) راوی کہتے ہیں کہ میں انصار کی مجلسوں میں سے ایک مجلس میں تھا کہ وہاں ابوموسیٰ الاشعریؓ آئے، وہ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں عمرؓ کے یہاں گیا اور تین بار سلام کیا، مگر اجازت نہ ملی، اس لئے واپس ہو گیا، اس کے بعد عمر نے مجھ سے واپسی کا سبب پوچھا، میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کے یہاں ملنے کے لئے جاؤ تو تین مرتبہ سلام کرو، اگر تین بار کے بعد اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ، عمرؓ نے کہا ہے کہ تم اس حدیث رسول پر گواہ لے آؤ، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ تو ایک معلوم بات ہے اور اس کو بہت سے لوگوں نے سنا ہے، پھر ابوسعید الخدری اٹھ کر ان کے ساتھ روانہ ہوئے اور حضرت عمر کے پاس پہنچ کر اس قول رسول کی تصدیق کی، اس کے بعد حضرت عمر نے اپنا حکم واپس لے لیا اور کہا کہ بازار کی مشغولیت نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا (شغلنی الصفق بالاسواق) فتح الباری: ۱۱ / ۳۲) حضرت ابی بن کعب کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اے عمر، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر عذاب نہ بنو، انہوں نے جواب دیا کہ سبحان اللہ، میں نے تو ایک بات سنی، پھر میں نے چاہا کہ اس کی حقیقت معلوم کروں (لاتکن عذابا علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر سبحان اللہ، انما سمعت شیئاً ان اثبت (فتح الباری: ۱۱ / ۳۲) اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی سے ملنے کے لئے جائے اور صاحب مکان اس وقت اس کو ملاقات کا وقت نہ دے تو اس پر جانے والے کے دل میں ملال نہیں آنا چاہئے، اسلامی مزاج کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کو کسی معقول عذر پر محمول کرے اور بخوشی وہاں سے واپس چلا جائے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آدمی اگر غلط فہمی کی بنا پر کسی کے بارہ میں ایک غیر واقعی رائے قائم کرے تو اس پر لازم ہے کہ معاملہ کی وضاحت کے بعد وہ فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرے، معاملہ کی وضاحت کے بعد اپنی سابقہ رائے پر قائم رہنا مومن کا طریقہ نہیں۔ تیسری بات جو اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے اوپر تنقید کرے، تو خواہ یہ تنقید کتنے ہی سخت الفاظ میں ہو، زیر تنقید شخص کو اسے برا نہیں ماننا چاہئے، اس کو چاہئے کہ تنقید کو ٹھنڈے دل سے سنے اور کسی اشتعال کے بغیر اصل بات کا جواب دے کر ناقد کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔

**سمع وطاعت کی نادر مثال:** حضرت امام ابوحنیفہؒ نے امام محمدؒ سے کہا کہ جب تک تم حفظ نہیں کرو گے علم میں رسوخ نہ ہوگا، یہ استاذ کی طرف سے حوصلہ کا امتحان تھا، امام محمدؒ نے ایک ہفتے میں قرآن حفظ کر کے حاضری دی اور کہا کہ شرط پوری کر لی، پھر امام صاحبؒ نے اور آزمایا، امام محمدؒ جیسے مالدار باپ کے بیٹے کو کہا کہ مذبح سے تین اوجھڑی ایک ساتھ لے کر آؤ تو دونوں ہاتھوں میں ایک ایک اور ایک منہ میں دبا کر پورے بازار سے گذرتے ہوئے لے کر آئے، لوگ کہتے تھے کہ شیطان کا لڑکا کیا پاگل ہو گیا ہے، یہ تھی نفس کشی اور استاذ کی اطاعت اور یہ تھی استاذ کی طرف سے آزمائش۔

**استاذ کا ادب:** جب عالمگیرؒ بادشاہ ہوئے تو ملا جیونؒ امیٹھی میں رہتے تھے، ان کو لکھا کہ بہت دن سے آپ کی زیارت نہیں ہوئی، شاہی کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے میرا آنا دشوار ہے، آپ دہلی آئیں اور ملاقات کر کے جائیں، ملا جیونؒ نے اہلیہ کو کہا کہ بادشاہ نے بلایا ہے کوئی تحفہ بھی تو لے جانا چاہئے، ان کی اہلیہ نے سوت کات کر پیسے جمع کئے اور ان پیسوں سے سرسوں کا تیل اور جو خریدے، اس کے آٹے سے گلگلے بنائے اور ایک گھڑے میں بھر کر اس کا منہ آٹے سے بند کر کے بطور تحفہ رکھ دئے، ملا جیونؒ بیل گاڑی سے کئی دن میں دہلی آئے، تحفہ شاہی دسترخوان پر رکھا گیا، عالمگیرؒ نے کہا کہ استاذ کا تحفہ پہلے کھایا جائے گا، جب گھڑے سے گلگلے نکالے گئے تو پھپھوند چڑھ چکی تھی، گھڑا کھولتے ہی بدبو پھیل گئی، عالمگیرؒ نے استاذ کے تبرک سے ابتدا کرنے کیلئے ایک گلگلا منہ میں رکھا تو بہر حال بادشاہ تھا ابکائی آئی تو گلگلا منہ سے نکل کر گر پڑا ملا جیونؒ نے فوراً ڈانٹ کر کہا عالمگیرؒ حرام کے لقمے کھا کھا کر تیرا یہ حال ہو گیا کہ حلال کا لقمہ تیرے حلق سے نہ اترا، عالمگیرؒ نے معافی مانگی، استاذ سے معافی چاہی، یہ تھا استاذ کا ادب واحترام۔

**سنت پر عمل کیجئے:** ایک بار ایران کا سفیر بادشاہ دہلی کے پاس آیا، مرزا بیدلؔ کا صوفیانہ کلام پڑھ کر لوگ اس کو قطب سمجھتے تھے، بادشاہ کے دربار میں سفیر ایران آیا تو مرزا کا تعارف بھی کرایا گیا، ڈاڑھی کٹی تھی، پوچھا: آغا ریش می تراشی؟ مرزا نے کہا: ''ریش می تراشم، ولیکن دل کسے نمی خراشم''۔ سفیر نے جواب دیا: ''بلے دل رسول اللہ می خراشی''، مرزا، صاحب کمال تھے، غلطی معلوم ہوئی تو سر نیچا کر لیا، گھر گئے اور تین دن تک شرمندگی سے باہر نہ آئے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعمال جب پیش ہوں کہ فلاں امتی یورپین فیشن کرتا ہے، کرزن فیشن کرتا ہے، تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مقدس کو صدمہ نہ ہوگا؟ پہلے بھی ستائے گئے: "لقد اوذيت فی اللہ وما اوذی احد مثلی ولقد اخفت فی اللہ وما اخیف احد مثلی" میں اللہ کی راہ میں اتنا ستایا گیا کہ کوئی اس قدر نہیں ستایا گیا اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی کو اس قدر ڈرایا نہیں گیا، غرض ہر طرح سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیفیں اٹھائیں اور آج بھی سنت کی خلاف ورزی کر کے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے ہیں۔

**حق بات کہنے کا نرالہ انداز:** حجاج بن یوسف ایک سخت گیر حکمراں ایک دن اپنے مصاحبوں کے ساتھ گھوم پھر رہے تھے کہ راستہ میں ایک مسافر کو دیکھا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے، حجاج بن یوسف نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا حجاج کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس مسافر نے جواب دیا، صاحب کچھ نہ پوچھئے وہ پرلے درجہ کا سفاک اور ظالم حکمراں اور نہایت گھٹیا انسان ہے، حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے ساتھ لے لو وہ ساتھ لے کر چلے تو مسافر نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ ایک نے کہا کہ یہی حجاج بن یوسف ہیں، وہ ہکا بکا رہ گیا، اس کا جسم پسینہ سے شرابور ہو گیا، اس نے فوراً آگے بڑھ کر کہا۔ امیر المومنین میں مہینہ میں تین دن پاگل ہو جاتا ہوں، آج یہ میرا پہلا دن ہے، حجاج مسکرایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو، معلوم ہوا کہ کلمہ حق کبھی یوں بھی ادا ہوتا ہے اور انسان قہر وغضب کے مجسموں سے محفوظ رہ جاتا ہے۔

**اختلاف کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے:** علمائے ربانیین اولیاء اللہ کی شان کیسی عجب ہوتی ہے کہ آپ پڑھ کر حیران ہو جائیں گے، حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں کچھ طلباء آپس میں باتیں کر رہے تھے، ایک طالب علم کہنے لگا کہ فلاں قاری صاحب بہت اچھی تلاوت کرتے ہیں تو ہم کبھی پروگرام بنا کر اُن کے پیچھے نماز پڑھنے چلتے ہیں، صبح فجر کی نماز اُنکی اقتداء میں پڑھیں گے، خوب مزا آئے گا کیوں کہ سنا ہے کہ قرآن مجید کو بہت اچھا کر کے پڑھتے ہیں، یہ سن کر دوسرے طالب العلم کہنے لگے کہ ہم اُسکے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ ہمارے حضرت (مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی تکفیر کرتا ہے یعنی ہمارے حضرت کو کافر کہتا ہے، یہ بات کسی طرح حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کانوں میں پڑ گئی، آپ اپنے ایک دو احباب کے ساتھ اُسی مسجد میں پہنچ گئے، فجر کی نماز باجماعت پڑھی اور وہیں مسجد میں بیٹھے رہے، لوگوں نے دیکھا کہ کچھ مولوی حضرات ہیں اور عالم لگ رہے ہیں لیکن اجنبی ہیں، نامعلوم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں، چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بات امام صاحب تک جا پہنچی، امام صاحب تشریف لائے اور حضرت سے پوچھا کہ آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں، کون ہیں آپ؟ تو حضرت نے اپنا تعارف کروایا، جب امام صاحب کو پتہ چلا یہ مولانا قاسم نانوتوی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی میں دن رات علی الاعلان تکفیر وتضحیک کرتا ہوں، تو وہ بہت پریشان ہو گیا، شرمندہ اور نادم ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا واقعی آپ نے میری اقتداء میں نماز پڑھی؟ حالانکہ میں تو آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا اور آپ کی تکفیر کرنے میں بھی مشہور ہوں، تو مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجیب بات ارشاد فرمائی جو کہ تواضع کا اور للہیت کا بہترین مظہر ہے، فرمایا: مولانا! میں آپ کے تکفیر کرنے کی قدر کرتا ہوں، کیونکہ آپ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ قاسم نانوتوی توہین رسول کرتا ہے تو آپ کی غیرت ایمانی کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کافر قرار دیتے، بلکہ کسی بھی مسلمان شخص کو اگر معلوم ہو کہ فلاں توہین رسول کر رہا ہے تو اُسکی غیرت کا تقاضا یہی ہے، اس لئے میں آپ کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں آپ نے بالکل وہی کیا جو ایمانی تقاضا تھا، مگر میری عرض یہ ہے کہ کم از کم آپ خبر کی تحقیق کر لیتے کہ جو روایت آپ تک پہنچی ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم بھی توہین رسول کرنے والے ہر شخص کو یقینی طور پر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے جو آپ کا ہے، لیکن پھر بھی اگر آپ کو تسلی نہ ہو رہی ہو اور دل میں شبہ باقی ہو تو اس تکفیر کے شبہ کو ختم کرنے کے لئے ابھی میں آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ لیتا ہوں، یہ کہہ کر حضرت نے اُنکا ہاتھ پکڑ لیا اور.... اشهد ان لا الٰہ الا اللہ ۔۔۔ پڑھنے لگے، بس پھر کیا تھا اُس امام صاحب کا دل صاف ہو گیا شرمندگی سے وہ زمین پر گڑے جا رہے تھے، سبحان اللہ! یہ عظمت تھی اولیاء اللہ کی کہ وہ اختلاف کو اس خوبی کے ساتھ، تواضع کے ساتھ اور معاملہ کو سلجھانے کے جذبہ کے ساتھ حل فرمایا کرتے تھے، تکبر اور نفسانیت کو بالکل ایک طرف رکھ کر خلوص کے جذبہ سے چلتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین۔

Scanned with CamScanner

# نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر

مفتی محمد راشد ڈسکوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے دو حصے ہیں، ایک: نبوت ملنے سے قبل کا اور دوسرا: نبوت ملنے کے بعد کا، اول الذکر کا دورانیہ چالیس سال ہے اور ثانی الذکر کا دورانیہ تیئیس سال، اس دوسرے حصے کے پھر دو حصے ہیں، ایک: مکی دور اور دوسرا: مدنی دور۔ نبوت سے قبل کی معاشی کیفیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت سے پہلے والا دور مالی اور معاشی اعتبار سے کوئی خوش الحال دور نہیں تھا؛ لیکن اس کے برعکس یہ کہنا بھی درست نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی زیادہ مفلوک الحال زندگی بسر کر رہے تھے؛ البتہ یہ ضرور تھا کہ آنجناب بچپن سے ہی محنت ومشقت کر کے اپنی مدد آپ ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کا ذہن رکھتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا، ان کی طرف سے بطورِ میراث بھی کوئی جائیداد آپ کی طرف منتقل نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ کتبِ سیرت میں اس کی تفصیل میں صرف یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی ملی، جس کا نام "ام ایمن" تھا، (اس باندی کو بھی جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت یعنی: پچیس سال کی عمر میں آزاد کر دیا تھا) اس کے علاوہ مزید کوئی چیز میراث میں نہ ملی تھی۔(۱) میراث میں ملنے والی اشیاء اس قابل نہ تھیں کہ آپ کی کفالت کے لیے کافی ہو جاتی، یہی وجہ تھی کہ دیہاتی علاقوں سے آکر جو عورتیں بچوں کو پرورش اور تربیت کے لیے لے جایا کرتی تھیں، آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ان میں سے کسی کا بھی رجحان آپ کی طرف نہیں ہوا کہ یہ تو یتیم اور غریب بچہ ہے، اس کی پرورش کرنے پر ہمیں اس کی والدہ کی طرف سے کچھ خاص معاوضہ نہ مل سکے گا، اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا انتخاب کیا تھا، وہ بھی ابتداءً نہیں کیا تھا؛ بلکہ جب ان کے لیے کوئی اور بچہ نہ بچا، تو پھر ان کو خیال آیا چلو خالی ہاتھ واپس جانے کے بجائے اس یتیم بچے کو ہی لے جانا چاہیے۔ مال تو نہیں، لیکن اللہ تو راضی ہوگا۔

دادا اور چچا کی کفالت میں ان ابتدائی دو سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت آپ کے دادا عبد المطلب کرتے رہے، دو سال کے بعد آپ کے دادا بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ابو طالب آپ کے حقیقی چچا تھے، جو بہت ہی ذوق وشوق اور محبت سے آپ کی پرورش کرتے رہے اور آپ کی ضروریات پوری کرنے کی اپنی مقدور بھر سعی کرتے رہے؛ چنانچہ! آپ کے چچا جب تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں میں جاتے تو اپنے بھتیجے کو بھی ساتھ لے جاتے۔

**بکریاں چرانا:** مکہ مکرمہ میں حصولِ معاش کے لیے عام طور پر گلہ بانی اور تجارت عام تھی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ کی ابتداء میں اہلِ مکہ کی بکریاں چراتے تھے، بعد میں تجارت کا پیشہ بھی اختیار کیا، اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں تھی؛ بلکہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور تواضع کی کھلی دلیل ہے: اس لیے کہ بکریاں چرانے والے شخص میں جفاکشی، تحمل وبردباری اور نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے؛ اس لیے کہ بکریاں چرانا معمولی کام نہیں ہے؛ بلکہ بہت ہی زیادہ ہوشیاری اور بیدار مغزی والا کام ہے: اس لیے کہ بکریاں بہت کمزور مخلوق ہوتی ہیں، تیز اور پھرتیلی ہوتی ہیں، انھیں قابو میں رکھنے کے لیے بھی خوب پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس جانور کے قابو سے باہر ہونے کی صورت میں ان پر غصہ اتارنا بھی ممکن نہیں، یعنی: غصہ کی وجہ سے مار بھی نہیں سکتے؛ کیونکہ وہ کمزور ہوتی ہیں، اس بنا پر بکریاں چرانے والوں میں کافی تحمل پیدا ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے جو بھی نبی بھیجا، اس نے بکریاں ضرور چرائیں، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں! میں بھی مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چراتا تھا۔ "قراریط" سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ درہم یا دینار کے ایک ٹکڑے کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ کچھ قراریط کے عوض بکریاں چرائیں، اور بعض کا قول ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ایک محلّہ "جیاد" کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مقام قراریط میں بکریاں چرائیں، علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، کتاب الأجارات، باب رعی الغنم، رقم الحدیث: ۲۲۶۲، ۵۱/۵۳، ۶۳) اسی طرح ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگل تشریف لے گئے، صحابۂ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خوب سیاہ ہوں وہ کھاؤ، وہ زیادہ مزے کی ہوتی ہیں، یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے، جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔(۲) ملکِ شام کی طرف پہلا سفر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف دو سفر کیے، پہلا: اپنے چچا کے ہمراہ؛ لیکن اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور تاجر شریک نہ تھے؛ بلکہ محض تجارتی تجربات حاصل کرنے کے لیے آپ کے چچا نے آپ کو ساتھ لیا تھا، اسی سفر میں بحیرا راہب والا مشہور قصہ پیش آیا، جس کے کہنے پر آپ کے چچا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حفاظت کی خاطر مکہ واپس بھیج دیا۔(۳) ملکِ شام کی طرف دوسرا سفر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تاجر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر اجرت پر کیا۔ قصہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس کے ہو گئے تو آپ کے چچا ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے! میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال نہیں ہے، زمانہ کی سختیاں ہم پر بڑھتی جا رہی ہیں، تمہاری قوم کا شام کی طرف سفر کرنے کا وقت قریب ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنا تجارتی سامان دوسروں کو دے کر بھیجا کرتی ہے، تم بھی اجرت پر اس کا سامان لے جاؤ، اس سے تمہیں معقول معاوضہ مل جائے گا، یہ گفتگو حضرت خدیجہ کو معلوم ہوئی تو اس نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیج کر بلوایا کہ جتنا معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس سے دوگنا دوں گی، اس پر ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری جانب کھینچ کر بھیجا ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ حضرت خدیجہ کا غلام "میسرہ" بھی تھا، جب قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں نسطورا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کی علامات پہچان کر آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کی پیشین گوئی کی۔

دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی سامان فروخت کر لیا تو ایک شخص سے کچھ بات چیت بڑھ گئی، اس نے کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم اٹھاؤ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو ان کے پاس سے گذرتے ہوئے ان سے منہ موڑ لیا کرتا تھا۔" اس شخص نے یہ بات سن کر کہا، حق بات تو وہی ہے، جو تم نے کہی، پھر اس شخص نے میسرہ سے مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم یہ تو وہی نبی ہے، جس کی صفات ہمارے علماء کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ تیسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ میسرہ نے دیکھا کہ جب تیز گرمی ہوتی تو دو فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر رہے ہوتے تھے، یہ سب کچھ دیکھ کر میسرہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی زیادہ متاثر تھا، واپسی میں ظہر کے وقت جب واپس پہنچے تو حضرت خدیجہ نے اپنے بالا خانے میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر بیٹھے اس طرح تشریف لا رہے تھے کہ دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا، حضرت خدیجہ اور ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورتوں نے یہ منظر دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور پھر جب میسرہ کی زبانی سفر کے عجائب، نفع کثیر اور نسطورا راہب اور اس جھگڑا کرنے والے شخص کی باتیں سنیں تو بہت زیادہ متاثر ہوئیں، حضرت خدیجہ بہت زیادہ دور اندیش، مستقل مزاج، شریف، با عزت اور بہت مال دار عورت تھیں، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیج کر نکاح کر لیا، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

**یمن کی طرف دو سفر:** جو تجارتی اسفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے کیے، ان میں دو سفر یمن کی طرف بھی تھے، امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں نقل کیا ہے: "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جرش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دو بار تجارت کے لیے اونٹنیوں کے عوض بھیجا۔" بحرین کی طرف سفر نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا بھی اشارہ ملتا ہے، وہ اس طرح کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے تمام دور دراز مقامات سے وفود حاضر خدمت ہوتے رہے، انھیں وفود میں بحرین سے وفدِ عبد القیس بھی آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے، تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا، کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ ہاں میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔(۴) تجارتی اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائلِ حمیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال تک تجارتی اسفار میں اپنے اخلاقِ کریمانہ، حسنِ معاملہ، راست بازی، صدق ودیانت کی وجہ سے اتنے زیادہ مشہور ہو چکے تھے کہ خلقِ خدا میں آپ "صادق وامین" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، لوگ کھلے اعتماد کے ساتھ آپ کے پاس بے دھڑک اپنی امانتیں رکھواتے تھے، انھیں خصائل کی بنا پر حضرت خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کی رغبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوئی تھی اور پیغامِ نکاح بھیج دیا تھا۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا تجارتی معاملات کی کامیابی کے لیے معاملات کی صفائی اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز اہم ترین کردار ادا کرتا ہے اور یہ صفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اتم موجود تھیں: چنانچہ حضرت قیس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرکاء میں سے بہترین شریک تھے، نہ لڑائی کرتے تھے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔(۵) بحث وتکرار سے اجتناب مسلمان تاجر کی صفات میں سے ایک صفت معاملات کے وقت شور شرابا اور آپس کی بے جا بحث وتکرار سے بچنا بھی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف عظیم کی گواہی زمانہ نبوت سے پہلے بھی دی جاتی تھی؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری تعریف اور میرا تذکرہ کرنے لگے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری نسبت ان سے زائد واقف ہوں، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سچ فرماتے ہیں، آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ کتنے بہترین شریک ہوتے تھے کہ نہ شور شرابا (بحث وتکرار) کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔(۶) ایفائے وعدہ وعدوں کی پاسداری تجار کی بہت بڑی خوبی شمار ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ وصف کیسا تھا؟ اس بارے میں "حضرت عبد اللہ بن ابی حمساء رضی اللہ عنہ" سے روایت ہے کہ میں نے نبوت ملنے سے قبل آپ سے خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا، خریدی گئی شئے کی قیمت میں سے کچھ رقم میرے ذمہ باقی رہ گئی، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ میں کل اسی جگہ آکر آپ کو بقیہ رقم ادا کر دوں گا، پھر میں بھول گیا، اور مجھے تین روز بعد یاد آیا، میں اس جگہ گیا، تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے اذیت پہنچائی، میں تین دن سے اسی جگہ پر تمہارا منتظر ہوں۔(۷) نبوت کے بعد معاشی صورتِ حال جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت مل جانے کے بعد حصول معاش کے لیے کچھ کیا یا نہیں؟ اس بارے میں بالاتفاق قولِ فیصل یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محنت اور توجہ صرف اور صرف احیائے دینِ متین کی طرف مبذول کر دی تھی، بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی قسم کی معاشی مشغولیت کا ثبوت نہیں ملتا ہے؛ البتہ! دین کے دیگر شعبوں کی طرف راہنمائی کی طرح اس شعبے کی بھی بہت واضح اور تفصیلی انداز میں راہنمائی کی، اس میدان سے کامیابی کے ساتھ گذر جانے والوں کو جہاں بہت بڑی بڑی بشارتیں سنائیں تو وہاں اس میدان کے چور، ڈاکوؤں اور خائنوں کو وعیدیں سنا سنا کر انھیں لوٹ آنے کی طرف بھی متوجہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا جائزہ لیا جائے تو عبادت کے احکام اور معاملات کے احکام میں ایک اور تین کی نسبت نظر آئے گی، یعنی: عبادات سے متعلق احکام ایک ربع اور معاملات سے متعلق احکام تین ربع ملیں گے؛ چنانچہ کتب فقہ میں اہم ترین کتاب "ہدایہ" کو دیکھ لیا جائے کہ اس کی چار ضخیم جلدوں میں سے صرف ایک جلد عبادات کے بارے میں ہے اور تین جلدیں معاملات کے بارے میں ہیں، اسی سے شعبۂ معاملات کی اہمیت کا اندازہ کر لیا جائے۔

Scanned with CamScanner

# حج کی فرضیت اور اس کے احکام

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

حج ہر صاحب استطاعت عاقل، بالغ مسلمان پر اس کی استطاعت ہو جانے پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض ہے اور اس کے ادا کرنے پر بہت اجر و ثواب ملتا ہے، ترک کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے اس پر عذاب ہوگا اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ حضرت علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ (ترمذی) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (بخاری)

لسان نبوتؐ نے حج کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے بلند درجہ کا بہت اہتمام اور تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس لئے کہ اس سے دل میں طلب و شوق اور ایمان و احتساب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب تک یہ دونوں کسی عمل کے ساتھ وابستہ نہ ہوں اور اس کا محرک نہ بنیں، اس عمل میں اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا جنت سے کم کوئی بدلہ نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور بدکلامی و بدگوئی اور فسق و فجور سے اپنے کو محفوظ رکھا، تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ عبداللہ بن مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کرو، اس لئے کہ یہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے یا سونے چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت سے کم کوئی چیز نہیں، اور جب مومن احرام میں ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے کے ساتھ اس کے تمام گناہ بھی زائل ہو جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی بڑی تعداد میں جہنم سے آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن۔ (مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، عرض کیا گیا، اس کے بعد کیا، فرمایا۔ اللہ کے راستہ میں جہاد۔ دریافت کیا گیا اس کے بعد کون سا فرمایا حج مبرور۔ (متفق علیہ)

یاد رکھئے کہ حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) حج افراد، افراد کے معنی اکیلا کرنے کے ہیں، میقات پر گزرنے سے پہلے صرف حج کی نیت کرے اور اس کا احرام باندھے، اس قسم کے حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں، اہل مکہ اور اہل حل یعنی میقات اور حدود حرم کے درمیان رہنے والے لوگ جیسے جدہ میں مقیم لوگوں کے لئے صرف افراد ہے تمتع اور قران نہیں۔ (۲) حج قران، قران کے لفظی معنی دو چیزوں کو ملانے کے ہیں، حج کے ساتھ عمرہ کو بھی اول ہی سے جمع کرے یعنی عمرہ اور حج دونوں کا بیک وقت ملا کر احرام باندھے ایسا حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں اس کو عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہو کر حالت احرام میں رہنا ہوگا، وقوف عرفہ سے پہلے طواف قدوم کرنا ہوگا جو سنت ہے، خیال رہے کہ عمرہ کا طواف الگ ہے اور طواف قدوم اس کے علاوہ ہے، طواف قدوم کے بعد قارن کو سعی کرنا افضل اور سنت ہے، اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی۔ (۳) حج تمتع، تمتع کے لفظی معنی نفع اٹھانے کے ہیں، حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ حج کے مہینوں میں میقات پر گزرنے سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اس میں حج کو شریک نہ کرے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہو کر بال کٹوانے یا منڈوانے کے بعد احرام اتار دے اور وطن واپس نہ آئے، پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال ادا کرے، ایسا کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں، یہ بھی صرف آفاقی کے لئے ہے، غیر آفاقی یعنی اہل مکہ اور اہل حل تمتع نہیں کر سکتے، اگر کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور دم واجب ہوگا۔

حج پر جانے والے بعض حضرات مکہ مکرمہ پہنچ کر اور عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے رشتہ داروں کے پاس قیام کے لئے جدہ آ جاتے ہیں، ان کا پہلے ہی سے حج تمتع کا ارادہ ہے اس لئے جب ۸ رذی الحجہ کو حج کے لئے روانہ ہوں تو قران کی نیت نہ کریں ورنہ دم لازم ہو جائے گا اور شرعاً قران بھی نہ ہوگا۔

فرائض حج تین ہیں اور ان تینوں فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص مکان اور وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے گی تو حج نہیں ہوگا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (۱) احرام باندھنا یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک اللھم لبیک ..الخ پڑھنا۔ (۲) وقوف عرفات یعنی ۹ رذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے ۱۰ رذی الحجہ کی غروب آفتاب تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لحہ ہی کیوں نہ ہو حج کا رکن ہے۔ سنت ہے کہ زوال کے فوراً بعد وقوف شروع کر دے۔ (۳) طواف زیارت جو ۱۰ رذی الحجہ کی صبح سے ۱۲ رذی الحجہ کو غروب آفتاب تک سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے، یہ بھی حج کا رکن ہے۔

واجبات حج، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج تو ہو جائے گا خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر لیکن اس کی جزاء لازم ہوگی خواہ قربانی یا صدقہ، خیال رہے کہ بلا عذر واجب کو چھوڑنا گناہ ہے، جزاء دینے سے گناہ معاف نہیں ہوگا، گناہ کی معافی کے لئے توبہ شرط ہے۔ واجبات یہ ہیں: (۱) وقوف مزدلفہ یعنی مزدلفہ میں وقوف کے وقت تک قیام کرنا۔ (۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (۳) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔ (۴) قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔ (۵) حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا کتروانا۔ (۶) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طواف وداع کرنا۔

# ذہنی پریشانی سے نجات کا اسلامی حل

ایک مثالی اور پُر امن زندگی گزارنے کے لئے ذہنی طور پر صحت مند ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ اگر ہم ذہنی طور پر صحت مند ہیں تو ہماری جسمانی، معاشرتی، سماجی، مذہبی اور دیگر حالاتِ زندگی پر اُس کا مثبت اثر مرتب ہوتا ہے اور ہم ترقی و کامیابی کے منازل طے کرتے ہیں؛ اس کے برخلاف اگر ذہنی طور پر پریشان یا بیمار ہیں تو ہماری زندگی پر اس کا منفی اثر صاف نظر آتا ہے اور اس سے ہماری ترقی و کامیابی یا تو رک جاتی ہے یا اس میں رفتہ رفتہ کمی آتی جاتی ہے۔ اس تعلق سے جب ہم انسانی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ذہنی طور پر غیر صحتمند ہونے یا پریشان ہونے کی مختلف وجوہات نظر آتی ہیں؛ کبھی یہ پریشانی جہاں جسمانی طور پر بیمار ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے وہیں کبھی میاں بیوی میں نا اتفاقی کی وجہ سے، کبھی اولاد اور والدین کے درمیان غلط فہمی کی دیوار حائل ہونے کی وجہ سے اور کبھی کاموں کے بوجھ یا کاروبار میں نقصان کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ بہر حال، ذہنی پریشانی کی وجہ جو بھی ہو، اہم بات یہ ہے کہ ہر صورت میں اُس کا علاج موجود ہے اور یہ علاج کبھی دوائی سے ممکن ہے تو کبھی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کر کے اور کبھی افہام و تفہیم کے ذریعے تو کبھی مذہبی رہنمائی سے۔

زیر بحث موضوع کو جب ہم اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ صاف نظر آتا ہے کہ ہر طرح کی ذہنی پریشانی کا حل اللہ تبارک وتعالیٰ سے مضبوط ربط میں ہے، جسے ہم روحانی طاقت کا نام دے سکتے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ طاقت ہے جس سے ہمیں ذہنی سکون، روشن شعور اور مثبت فکر ملتی ہے۔ بلاشبہ بطور انسان ہمیں وقتاً فوقتاً مختلف ذہنی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے، لیکن اچھی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی پریشانیوں کا بنیادی حل بھی ایک صالح اسلامی فکر سے مل جاتا ہے اور وہ فکر یہ ہے کہ ہم پریشانیوں کو اپنے اوپر حاوی نہ کر کے اِس بات پر غور کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں کیوں بھیجا ہے اور ہماری اصل منزل کیا ہے۔ یقیناً اِس فکر کو اگر ہم نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تو ہمیں تمام پریشانیاں اور الجھنیں چھوٹی معلوم ہوں گی اور ہماری زندگی میں استحکام اور حقیقی سکون کی ابتداء یہیں سے ہو جائے گی۔ اس کو ہم ایک آسان مثال سے اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی کو دو ہزار کلومیٹر کا سفر کر کے اپنی منزل پر پہنچنا ہے اور وہاں پہنچ کر اپنی مطلوبہ اور پسندیدہ چیز اسے حاصل کرنی ہے تو وہ اِس سفر کے دوران پیش آنے والی تمام دشواریوں کو بآسانی جھیل لے گا کیونکہ راستے کی رکاوٹوں میں الجھ کر نہ ہی وہ اپنی منزل کھونا چاہے گا اور نہ ہی مقصد۔ بعینہ چونکہ ہمارا ہدف رضائے الٰہی اور ہماری منزل جنت الفردوس ہے، اس لئے ہمیں بھی اس سفر میں پیش آنے والی کسی بھی پریشانی میں الجھنے کے بجائے صرف ہدف اور منزل پر نظر رکھنی چاہئے؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ہدف اور منزل دونوں ہی سے دور ہو جائیں۔

چونکہ کسی بھی ذہنی پریشانی کا حل رب سے مضبوط ربط میں ہے، اسی وجہ سے ایسے لوگ جن کا ربط اپنے رب سے کمزور ہے جب وہ کسی ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور بے یار و مددگار پاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کی پریشانی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف جس کا ربط اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوتا ہے، وہ کسی بھی ذہنی پریشانی کا مقابلہ بہادری سے کرتا ہے؛ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہر پریشانی کو دور کرنے والے کی مدد اسے حاصل ہے۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والوں کی زندگی جلد ہی دشوار کن مراحل سے گزر کر پٹری پر لوٹ جاتی ہے۔ اللہ رب العزت اپنے سے مضبوط ربط رکھنے والوں کے تعلق سے فرماتے ہیں: ”جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اُس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو، جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لئے وہ کافی ہے، اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔“ (سورہ الطلاق:2۔3) اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ پریشانی سے باہر نکالنے والے اللہ ہی ہیں اور اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو کسی بھی چیز سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ذہنی پریشانی کے حوالے سے ایک انتہائی اہم نکتہ جو ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہمیں کسی پریشانی کا سامنا ہو تو ہم صبر کو اپنا ہتھیار بنا لیں، کیونکہ یہ وہ ہتھیار ہے جس سے نہ صرف یہ کہ پریشانی کی شدت میں کمی محسوس ہوتی ہے بلکہ اس کو اپنانے سے اللہ کی مدد کا پروانہ بھی ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (سورہ بقرہ:153)

یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی بھی ذہنی پریشانی میں اللہ سے لو لگانے کے ساتھ پریشانی کو دور کرنے والے ظاہری اسباب بھی ضرور اپنائی، مثال کے طور پر ہم تجربہ کار اور مخلص لوگوں کے سامنے اپنی پریشانی رکھیں اور ان کے مشورے پر عمل کریں، اسی طرح اگر ہماری ذہنی پریشانی نے بیماری کی شکل اختیار کر لی ہے تو ماہر ڈاکٹروں سے بھی ملیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پریشانی میں الجھ کر ہمیں اپنے مقصد کو فوت نہیں کرنا ہے بلکہ ہمہ جہت اسلامی رہنمائی سے روشنی حاصل کر کے فاتح بن کر ابھرنا ہے۔ (ماہنامہ آئینہ حق دہلی، مارچ 2021)

Scanned with CamScanner

# اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

## غزہ کی جنگ میں امریکی بموں سے ہلاکتیں ہوئیں: بائیڈن

امریکی صدر نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ اسرائیل نے امریکہ کے فراہم کردہ بم فلسطینی علاقوں پر گرائے جس سے عام شہریوں کی جانیں گئیں، رفح میں ان بموں کے استعمال کے امکانات کے مدنظر اسرائیل کو ان کی ترسیل روک دی ہے، صدر جو بائیڈن نے امریکی نشریاتی ادارے سی این این کو دیے گئے ایک انٹرویو میں اعتراف کیا کہ اسرائیل نے غزہ میں حماس کو ختم کرنے کی غرض سے سات ماہ قبل جو حملے کیے، اس میں امریکہ کی جانب سے بھیجے گئے آتشی اسلحے کا استعمال بھی کیا گیا ہے، اسرائیل کو بھیجے گئے دو ہزار پاؤنڈ وزنی بموں کے بارے میں سوال پر بائیڈن نے کہا "ان بموں اور دیگر طریقوں کے استعمال کے نتیجے میں غزہ میں شہری مارے گئے" غزہ کی وزارت صحت کے مطابق اسرائیل کی دہشت گرد تنظیم حماس کے خلاف جنگ کے نتیجے میں اب تک تقریباً پینتیس ہزار فلسطینی ہلاک ہو چکے ہیں جن میں زیادہ تر عام شہری ہیں (ڈی ڈبلیو)

## اسرائیلی فوج کا رفح کے مشرقی حصوں سے شہری انخلا کا مطالبہ

اسرائیلی فوج نے غزہ پٹی کے شہر رفح میں اپنی ممکنہ زمینی کارروائیوں سے قبل اس شہر کے مشرقی حصوں میں عام شہریوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ ان علاقوں کو خالی کر کے ایک 'توسیع شدہ ہیومینیٹیرین ایریا' کی طرف چلے جائیں، اسرائیلی دفاعی افواج (آئی ڈی ایف) کا کہنا ہے کہ رفح شہر میں ایک "محدود" آپریشن کے لیے اس شہر کے مشرقی حصوں سے قریب ایک لاکھ تک عام شہریوں کو وہاں سے نکالنا لازمی ہوگا، ساتھ ہی آئی ڈی ایف کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مشرقی رفح سے اس فلسطینی انخلا کے لیے وقت کی کوئی میعاد تو مقرر نہیں کی جائے گی، تاہم "آپریشنل تیاریاں جاری اور تخمینے" لگائے جاتے رہیں گے، ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان قریب ایک لاکھ فلسطینی شہریوں کو اپنے قیام کے موجودہ علاقوں سے نکل کر جس جگہ جانے کے لیے کہا گیا ہے، وہ ایک ایسا "توسیع شدہ ہیومینیٹیرین ایریا" ہوگا، جہاں ان شہریوں کو رکھا جائے گا اور اس علاقے میں "فیلڈ ہسپتال، خیمے، زیادہ اشیائے خوراک، پانی، ادویات اور دیگر سامان رسد بھی دستیاب ہوں گے۔" (ڈی ڈبلیو)

## برازیل میں طوفانی بارشیں اور سیلاب سے تباہی کے نتیجے میں 83 افراد ہلاک

برازیلی حکام نے کہا ہے کہ جنوبی ریاست ریو گرانڈے ڈو سل میں طوفانی بارشوں سے کم از کم 83 افراد ہلاک ہو گئے ہیں، جبکہ 100 سے زائد افراد اب بھی لاپتہ ہیں، برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق سول ڈیفنس اتھارٹی نے کہا ہے کہ طوفان نے ریاست کے تقریباً 500 شہروں میں سے دو تہائی کو متاثر کیا ہے، اس سے ایک لاکھ 22 ہزار افراد بے گھر ہو گئے ہیں، طوفان سے آنے والے سیلاب نے کئی شہروں میں سڑکیں اور پل تباہ کر دیے ہیں، جبکہ کئی مقامات پر مٹی کے تودے گرے ہیں اور ایک چھوٹے پن بجلی گھر کا ڈیم بھی جزوی طور پر تباہ ہو گیا ہے (نیوز اردو)

## ولادیمیر پوتن 24 سال میں مسلسل پانچویں بار صدر بننے والے روسی سربراہ مغرب کے لیے ایک چیلنج

ولادیمیر پوتن پانچویں مرتبہ کریملن کے عظیم محل سے سینٹ اینڈریو تھرون ہال تک پیدل چلے اور ایک بار پھر چھ سال کی مدت کے لیے روس کے صدر کا حلف اٹھایا، پوتن نے وزرا اور معززین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم متحد اور عظیم قوم ہیں، ہم مل کر تمام رکاوٹوں پر قابو پالیں گے، اپنے تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنائیں گے اور جیت ہماری ہی ہوگی؛ اگرچہ ریڈ کارپٹ پر چل کر جانے والا راستہ ان کے لیے نیا نہیں تھا؛ لیکن مئی 2000 میں صدر پوتن کی پہلی تقریب حلف برداری کے بعد سے اب تک بہت کچھ بدل چکا ہے، 24 سال بعد آج کریملن کا لیڈر یوکرین کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے، ایک ایسی جنگ جس میں روس کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے، اندرون ملک جمہوریت کو فروغ دینے کے بجائے صدر پوتن اسے کمزور کر رہے ہیں، انھوں نے ناقدین کو جیلوں میں ڈالنے سے لے کر اقتدار کے حوالے سے اپنے احتساب کے ہر ممکن طریقے کو ختم کر دیا ہے' (بی بی سی)

## سونے کے تاجر کو دھوکہ دہی پر 2 لاکھ 70 ہزار درہم ادا کرنے کا حکم

متحدہ عرب امارات میں ابوظہبی فیملی کورٹ نے ایک جیولری شاپ کے مالک کو خاتون کو دھوکہ دہی کے کیس میں 2 لاکھ 70 ہزار درہم ادا کرنے کا پابند بنایا ہے، الامارات الیوم کے مطابق ایک خاتون نے ابوظہبی کی عدالت سے رجوع کر کے سونے کے تاجر کے خلاف ہرجانے کا مقدمہ دائر کیا تھا، خاتون کا کہنا تھا جیولری شاپ کے مالک سے اسے ڈھائی لاکھ درہم اور پچاس ہزار درہم نقصان کی تلافی اس کے علاوہ عدالتی اخراجات دلوائے جائیں، خاتون نے عدالت میں موقف اختیار کیا کہ سونے کے تاجر نے اسے ماہانہ منافع کا وعدہ کر کے سونے کے بسکٹس لیے تھے جن کی مالیت ڈھائی لاکھ درہم تھی جس کے بعد وہ اپنے وعدے سے مکر گیا، جب اپنے بسکٹس یا رقم طلب کی تو وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے، عدالت نے تمام شواہد ملنے کے بعد اپنے فیصلے میں سونے کی دکان کے مالک کو خاتون کے ڈھائی لاکھ درہم سونے کے بسکٹس کے عوض اور 20 ہزار درہم ہرجانے کے طور پر ادا کرنے کا حکم دیا، اس کے علاوہ ایک سال قید اور بے دخلی کی سزا دی گئی ہے (اردو نیوز)

## ریاض میں باکسنگ کا عالمی مقابلہ، شائقین کے لیے ایک لاکھ ڈالر کا انعام

ریاض میں باکسنگ کا عالمی مقابلہ منفرد طرز پر ہو رہا ہے جہاں نہ صرف جیتنے والے کو انعام دیا جائے گا؛ بلکہ مقابلے کے صحیح نتیجے کا اندازہ لگانے والے کو ایک لاکھ ڈالر نقد انعام بھی دیا جائے گا، سبق ویب سائٹ کے مطابق 18 رمئی کو عالمی باکسر ٹایسن فیوری اور اولگزینڈر اوزک کے درمیان ریاض سیزن کے تحت کانٹے کا مقابلہ ہوگا، مقابلے کو 'Ring of Fire' کا نام دیا گیا ہے جسے دنیا بھر سے شائقین براہ راست دیکھیں گے (اردو نیوز)

# تعلیم و روزگار

## UPSSSC نے 4016 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC) لکھنؤ نے جونیئر انجینئر سول/اسسٹنٹ ڈیولپمنٹ آفیسر (جونیئر انجینئر، سول) کے 4016 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس بحالی مہم کے تحت 3187 (جنرل سلیکشن) اور 829 (خصوصی انتخاب) آسامیاں پُر کی جائیں گی، منتخب امیدواروں کو کئی محکموں میں تعینات کیا جائے گا جن میں محکمہ تعمیرات عامہ، محکمہ دیہی انجینئرنگ، جل نگم (دیہی) شامل ہیں، اس کا اشتہار نمبر ہے- Exam-08-/2024۔ اس کی آن لائن درخواست کا عمل 07 رمئی 2024 سے شروع ہوگا، تمام قسم کے ریزرویشن کا فائدہ صرف اتر پردیش کے اصل باشندوں کو دیا جائے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست کی آخری تاریخ 07 رجون 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس تمام زمروں کے لیے 25 روپے ہوگی، فیس آن لائن جمع کی جائے گی، آن لائن درخواست فارم میں ترمیم کی تاریخ: 14 جون 2024، سرکاری ویب سائٹ: upsssc.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 0522-2720814

## راجستھان یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز (RUHS) نے میڈیکل آفیسر (ڈینٹل) کی 172 آسامیوں پر بحالی کے لیے نوٹیفکیشن جاری

راجستھان یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز (RUHS) نے میڈیکل آفیسر (ڈینٹل) کی 172 آسامیوں پر بھرتی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، راجستھان کے اصل باشندوں کو ہر قسم کے ریزرویشن کا فائدہ ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار صرف غیر محفوظ زمرے میں ہی درخواست دے سکیں گے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 21 مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس: 5000 روپے، راجستھان کے ST/SC زمرے کے لیے 2500، ویب سائٹ: www.ruhsraj.org، ای میل: rajmodentalrecruit2024@gmail.com، ہیلپ لائن نمبر: 9986640811۔

## تلنگانہ ہائی کورٹ نے 150 سول جج (جونیئر ڈویژن) کے تقررات کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا

تلنگانہ ہائی کورٹ نے 150 سول جج (جونیئر ڈویژن) کے تقررات کے لیے آسامیاں جاری کی ہیں، اس کا اشتہار نمبر 87/RC-2024 ہے، اس کے تحت صرف ان امیدواروں کی تقرری کی جائے گی جو مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کے کسی محکمے میں خدمات انجام نہیں دے رہے ہیں، منتخب امیدواروں کو 12 ماہ کی تربیت دی جائے گی، کامیابی سے تربیت مکمل کرنے کے بعد انہیں دو سال کے لیے پروبیشن پر سول جج کے عہدے پر تعینات کیا جائے گا، پروبیشن کی مدت بھی بڑھائی جا سکتی ہے، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 17 رمئی ہے، درخواست کی فیس اوپن کمپٹیشن/BC زمرہ کے لیے 1000 روپے، ST/SC/EWS زمرے کے لیے فیس 500، یہ ادائیگی آن لائن کرنی ہوگی، ویب سائٹ: www.tshc.gov.in ہیلپ لائن نمبر: 040-23688394

## سکریٹری کی 134 آسامیوں کے لیے نوٹیفکیشن جاری

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن نے سکریٹری کے عہدہ کے لئے 134 آسامیوں کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، جس کی درخواست فیس 25 روپے تمام زمروں کے لیے ہے، فیس آن لائن یا ایس بی آئی کے ای چالان کے ذریعے ادا کی جا سکتی ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 24 رمئی 2024، ویب سائٹ: upsssc.gov.in۔

## ہندوستان فرٹیلائزر اینڈ کیمیکلز لمیٹڈ سمیت 51 آسامیوں پر ملازمت کے مواقع

ہندوستان فرٹیلائزر اینڈ کیمیکلز لمیٹڈ سمیت 51 آسامیوں پر ملازمت کے لئے درخواست مطلوب ہیں، اس کے لئے انجینئر اور آفیسر کے عہدہ پر بحالی ہوگی، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، تقرری مقررہ مدت کے معاہدے کی بنیاد پر ہوگی، اس کے لئے آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 20 رمئی 2024ء مقرر ہے، ویب سائٹ: www.hurl.net.in

## نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف فیشن ٹیکنالوجی میں 37 آسامیاں کنٹریکٹ کی بنیاد پر پر کی جائیں گی

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف فیشن ٹیکنالوجی میں لیب اسسٹنٹ، نرس، سٹینوگرافر اور دیگر آسامیاں کنٹریکٹ کی بنیاد پر پُر کی جائیں گی، اس کے لئے 37 آسامیوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے، درخواست کی فیس 500 روپے ہے جو آن لائن ادا کی جائیگی؛ لیکن ST/SC اور معذور زمرہ کے امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 20 رمئی 2024ء ہے، ویب سائٹ: www.nift.ac.in/raebareli

## اسسٹنٹ پروفیسر انسٹی ٹیوٹ کے 17 عہدوں کے لیے نوٹیفکیشن جاری

ایمس، گورکھپور (اتر پردیش) میں اسسٹنٹ پروفیسر کے 17 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے، درخواست کی فیس: 3000 روپے، ST/SC زمرہ اور معذور امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 21 رمئی 2024ء، ویب سائٹ: WWW.aiimsgorakhpur.edu.in

Scanned with CamScanner

# ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

## امارت شرعیہ کی کوششوں سے چائلڈ ہوم پٹنہ میں روکے گئے طلبۂ عزیز کی رہائی

بھاگل پور کے وہ 14 رطلبۂ عزیز جنہیں 2 رمئی کو بہبودیٔ اطفال کے نام پر بنی تنظیموں بالخصوص بچہ بچاؤ آندولن کے متعصب کارندوں کے ذریعہ راجندر نگر اسٹیشن سے پکڑ کر چائلڈ ہوم پٹنہ میں ڈال دیا گیا تھا، مورخہ 6 رمئی کوامامرت شرعیہ کی مسلسل کوششوں سے وہ سارے طلبۂ عزیز رہا ہو گئے اور انہیں ان کے گارجینوں کے سپرد کردیا گیا، واضح رہے کہ 2 رمئی کو 14 رطلبۂ عزیز جو حسب معمول رمضان کے بعد ایک دینی مدرسہ میں داخلہ کے لئے اپنے ایک مربی اور مقامی عالم دین کے ہمراہ ٹرین سے سفر کررہے تھے، جب وہ راجندر نگر اسٹیشن پہونچے تو بچہ بچاؤ آندولن کے متعصب افسران اور کارندوں نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور انہیں فوراً چائلڈ ہوم پٹنہ بھیج دیا، جب کہ ان کے نگراں عالم دین جناب مولانا عبدالجبار صاحب کے خلاف بلا تاخیر ایف آئی آر درج کرتے ہوئے انہیں حراست خانہ میں بند کردیا، یہ اطلاع جیسے ہی امارت شرعیہ پہونچی، حضرت امیر شریعت مدظلہ ودیگر ذمہ داران امارت شرعیہ بے چین ہو گئے، حضرت امیر شریعت کی ہدایت کے مطابق قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں ایک ٹیم فوراً راجندر نگر اسٹیشن پہونچ گئی، حالات کا جائزہ لیا اور طلبہ ومعلم کی رہائی کے تعلق سے تگ ودو شروع کی؛ لیکن عصبیت کا جو رنگ افسران کے قلم پر چڑھا ہوا ہے اس کی قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے فوری رہائی کی شکل مشکل نظر آئی، چنانچہ حضرت امیر شریعت مدظلہ اور آپ کے برادر عزیز جناب انجینئر فہد رحمانی، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، پٹنہ کے متعدد سماجی کارکنان اور وکلاء حضرات کے تعاون اور مشوروں سے قانونی چارہ جوئی کا سلسلہ شروع کیا گیا، تمام طلبۂ عزیز کے گارجین حضرات جو اپنے بچوں کی رہائی کے لئے پٹنہ پہونچے تھے ان کے طعام وقیام کا مکمل نظم امارت شرعیہ کی طرف سے کیا گیا اور قانونی کارروائی کے لئے ضروری کاغذات ودستاویزات کی تیاری کا عمل جاری ہو گیا؛ چونکہ درمیان میں جمعہ، سنیچر، اتوار کو اسٹیشن کورٹ کے جج معاملہ کی شنوائی کے لئے نہیں بیٹھتے ہیں اس لئے تین دن کی تاخیر کے ساتھ 6 رمئی کو معاملہ کی پیشی ہوئی اور پہلے مرحلہ میں بچوں کی رہائی کا معاملہ حل ہوا، قائم مقام ناظم صاحب، امارت شرعیہ کے علماء کی ایک ٹیم کے ساتھ خود چائلڈ ہوم پہونچے، بچوں کو چائلڈ ہوم سے نکالا اور انہیں کئی دنوں سے بے چین گارجینوں کے سپرد کیا، اس موقع پر طلبۂ عزیز اور ان کے گارجینوں کی خوشی قابل دید تھی، تمام گارجینوں نے حضرت امیر شریعت اور ذمہ داران امارت شرعیہ کی فکرمندی اور ہمدردی کا بے انتہا شکریہ ادا کیا، اس سے قبل بھی جب طلبۂ عزیز چائلڈ ہوم میں تھے قائم مقام ناظم صاحب نے وہاں پہونچ کر ان سے ملاقات کرکے ان کی دھارس بندھائی تھی، طلبۂ عزیز کی رہائی کے بعد امارت شرعیہ جلد از جلد مولانا عبدالجبار کی رہائی کے لئے فکر مند ہے اور امید ہے کہ ان شاء اللہ مولانا موصوف بھی جلد ہی رہا ہو جائیں گے، حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق مولانا عبدالجبار کی رہائی کے ساتھ ان متعصب افسران کے خلاف بھی قانونی چارہ جوئی کے لئے اقدام کیا جارہا ہے جو مسلسل دینی مدارس کے طلباء کو پریشان اور مختلف اسٹیشنوں پر اپنے کارندوں کے ذریعہ انہیں گرفتار کروانے کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں، تعلیم ہر بچہ کا بنیادی حق ہے اور تعلیم کے لئے سفر کرنے کی پوری آزادی ہے؛ لیکن بہبودی اطفال کے نام بنی تنظیمیں اپنے متعصبانہ نظریہ کے تحت مسلمانوں کے بچوں کو اس آزادی سے محروم کرتے ہوئے ان کی تعلیم کے راستہ میں مسلسل رکاوٹ پیدا کررہی ہے، ان شاء اللہ امارت شرعیہ کا اقدام اس رخ پر بھی مضبوط ہوگا تاکہ ایسے فتنوں کا مستقبل میں سدباب ہو سکے۔

## انسانیت کی بنیاد پر خدمت خلق امارت شرعیہ کا اہم ہدف: سہیل اختر قاسمی

**چمپارن کے نیناہا بنولیاگاؤں میں امارت شرعیہ کی جانب سے آتشزدگی کے متاثرین کو مالی امداد**

امارت شرعیہ ملت کا قیمتی اثاثہ ہے، خدمت خلق امارت شرعیہ کا اہم ہدف ہے، ملک وملت پر جب بھی کوئی پریشانی آتی ہے امارت شرعیہ اپنی استطاعت کے مطابق انسانیت کی بنیاد پر کام کرتی ہے، کام کرنے کے دوران امارت شرعیہ نہ کسی انسان کا مذہب دیکھتی ہے اور نہ ہی مسلک، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب قاضی شریعت جناب مولانا قاضی سہیل اختر قاسمی صاحب چمپارن کے نیناہا، بنولیا گاؤں میں آتش زدگی کے متاثرین کو امارت شرعیہ کی جانب سے مالی امداد فراہم کرنے کے بعد کیا، انہوں نے مزید کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیا ہے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ مسلمان تمام انسانوں کی مدد کریں، جہاں جس طرح سے مدد کرنے کا موقع ملے اسے غنیمت سمجھیں اور کمزوروں کے لئے سہارا اور بے کسوں کیلئے مددگار بنیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے نمونہ عمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت خلق کی نہ صرف زبان سے تعلیم دی؛ بلکہ عملی زندگی میں اسے برت کر دکھایا، واضح رہے کہ چند ماہ قبل مغربی چمپارن کے نیناہا بنولیا گاؤں میں آگ لگ گئی تھی جس سے بڑی تعداد میں لوگ متاثر ہوئے تھے، حسب حکم امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب، ضلع تنظیم امارت شرعیہ چمپارن کی طرف سے مختلف مرحلوں میں آتش زدگی کے متاثرین کی امداد کی گئی تھی، ضرورت کے سارے سامان ان تک پہونچائے گئے تھے؛ البتہ اس کے بعد مالی امداد کی بھی ضرورت محسوس کی گئی تو حسب ہدایت امیر شریعت مفتی و قاضی سہیل اختر قاسمی، نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضا امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی، معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضا امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا شمس الحق قاسمی، قاضی شریعت بیتیا مغربی چمپارن، ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مغربی چمپارن، مولانا محبوب عالم نعمانی، صدر تنظیم امارت شرعیہ مغربی چمپارن، شفقت رضا، نائب سکریٹری ضلع تنظیم امارت شرعیہ مغربی چمپارن، نفیس ذوالقرنین قاسمی معاون سکریٹری ضلع تنظیم امارت شرعیہ مغربی چمپارن پر مشتمل ایک موقر وفد نیناہا، بنولیا ضلع مغربی چمپارن پہونچا، اور وہاں آتشزدگی کے 60 متاثرین کے درمیان تین تین ہزار روپے کے چیک تقسیم کیے، چیک وصول کرنے والوں میں اکثریتی اور اقلیتی دونوں طبقہ کے لوگ تھے، گاؤں کے تمام لوگوں نے امارت شرعیہ کے کام کو سراہا اور امارت سے ملنے والی مدد پر خوشی کا اظہار کیا، امارت شرعیہ اور امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کے لیے دعائیں کیں، اس پورے پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے ضلع تنظیم امارت شرعیہ کے سکریٹری جناب ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ صاحب نے اہم کردار ادا کیا۔

## امارت شرعیہ پھلواری شریف سے منسلک ہو کر ملی خدمات انجام دینے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ قوم وملت کا ایک عظیم سرمایہ اور اہم دینی، تعلیمی، سماجی وفلاحی سو سالہ قدیم ادارہ ہے، جس کی خدمات کی روشن اور تابناک تاریخ ہے، بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے جن شعبوں کو امارت شرعیہ میں شامل فرمایا تھا ان میں اہم شعبہ، شعبہ دعوت وتبلیغ ہے، امیر شریعت اول بدرالکاملین حضرت مولانا شاہ بدرالدین قادریؒ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے لے کر اب تک کے تمام امرائے شریعت نے اس شعبہ پر خصوصی توجہ فرمائی، موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی بھی خاص توجہ اس شعبہ کے استحکام اور توسیع پر ہے، حضرت نے حالات اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے تمام اضلاع اور علاقوں کے لئے بڑی تعداد میں دعاۃ اور مبلغین بحال کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ ہر علاقہ میں اصلاحی ودعوتی کوششوں کا سلسلہ جاری اور امارت شرعیہ کا پیغام پہونچتا رہے اور تنظیم کا استحکام ہو، حضرت امیر شریعت صاحب کی ہدایت کو بروئے کار لانے کی غرض سے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ جو حضرات علماء کرام امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ سے منسلک ہو کر قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینا چاہتے ہوں وہ اپنی درخواست 10 رجون 2024ء تک ناظم امارت شرعیہ کے نام دستی/ بذریعہ ای میل/ وہاٹس ایپ ارسال کریں، درخواست صاف اور اپنی تحریر میں لکھیں نیز اپنا مکمل پتہ اور موبائل نمبر بھی ضرور تحریر کریں، تعلیمی اسناد اور ادھار کارڈ کی عکسی کاپی بھی درخواست کے ساتھ بھیجیں، درخواست موصول ہونے کے بعد بحالی کی کارروائی کے سلسلہ میں جلد ہی مطلع کیا جائے گا، درخواست بھیجنے کی اطلاع فون پر بھی کردیں۔

بذریعہ ڈاک: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، بہار پن کوڈ: 801505

ای میل: tanzimimaratshariah@gmail.com

وہاٹس ایپ: 9546493996-9065720887

## ماہ ذی قعدہ کا چاند نظر آیا

حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ نے اعلان کیا ہے کہ مورخہ ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۹ رمئی ۲۰۲۴ء روز جمعرات کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ اور اس کی تمام شاخوں میں چاند دیکھنے کا اہتمام کیا گیا، پھلواری شریف اور ملک کے دیگر مقامات پر بھی عام طور پر چاند نظر آیا۔

اس لئے مورخہ ۱۰ رمئی ۲۰۲۴ء روز جمعہ ماہ ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ کی پہلی تاریخ قرار پائی۔

محمد مجیب الرحمٰن قاسمی

نائب قاضی شریعت وکنوینر رویت ہلال کمیٹی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

پھلواری شریف، پٹنہ

## شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخ ساز جملے

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ مسجد دیوبند میں تقریر فرماتے ہوئے کہا تھا "کہ آج خوف اور بزدلی کا جو عالم ہے اس کے تصور سے بھی شرم آتی ہے، گھروں میں بیٹھے ڈرتے ہو، راستے چلتے ہوئے ڈرتے ہو، کیا تم اپنے بزرگوں کے جانشین ہو؟ جو اس ملک میں گنی چنی تعداد میں آئے تھے جب یہ ملک دشمنوں سے بھرا ہوا تھا، آج تم اس ملک میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہو، پھر تمہارے خوف کا یہ عالم ہے کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے ہو، آخر کہاں جارہے ہو، کیا تم نے کوئی ایسی جگہ ڈھونڈ لی ہے، جہاں خدا کی گرفت سے بچ سکو گے، جہاں تم کو موت نہیں پاسکے گی، موت سے بچ کر کہاں جاؤ گے (منقول)

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

# انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں اور اس کے امیدوار......

مظاہر حسین عماد قاسمی

**تیسری اسمبلی مارچ انیس سو پینسٹھ :** کل اسمبلی نشستیں ایک سوتینتیس تھیں، مسلم لیگ نے انیس سو پینسٹھ کے اسمبلی الیکشن میں کسی بھی پارٹی سے اتحاد نہیں کیا، سولہ سیٹوں پر امیدوار اتارے اور چھ نشستوں پر کامیابی حاصل کی، کیرل کی اسمبلی انتخابات کی تاریخ میں مسلم لیگ کی سب سے بدترین شکست اسی انتخاب میں ہوئی تھی، اس انتخاب کے بعد کوئی بھی پارٹی حکومت نہیں بنا سکی اور تقریبا دو سال صدر راج نافذ رہا۔

**چوتھی اسمبلی فروری انیس سو سڑسٹھ :** کل اسمبلی نشستیں ایک سوتینتیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو سڑسٹھ کے اسمبلی الیکشن میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کی قیادت والی سات پارٹیوں والی ست پارٹی محاذ میں شامل ہوئی، پندرہ سیٹوں پر امیدوار اتارے اور چودہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور اس کے بعد بننے والی ای ایم ایس نمبو دری پد (1909-1998) کی دوسری وزارت میں شامل ہوئی اور جب انیس سو انہتر میں اتحاد کی دیگر پارٹیاں ای ایم ایس نمبو دری پد کے خلاف ہوگئیں اور انہوں نے استعفی دے کر اپنی پارٹی کو حکومت سے الگ کرلیا اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے سی اچھوتا مینن وزیر اعلی بنے تو مسلم لیگ نے ان کی حمایت کی اور انیس سو ستر میں ان کی حکومت گرنے تک ان کی وزارت میں شامل رہی، ای ایم ایس نمبو دری پد اور اچھوتا مینن حکومتوں میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے دو وزراء تھے۔

**پانچویں اسمبلی فروری انیس سو ستر :** کل اسمبلی نشستیں ایک سوتینتیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو ستر کے اسمبلی الیکشن میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کی قیادت والی سات پارٹیوں والی ست پارٹی محاذ میں شامل ہوئی، بیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور گیارہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی، اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے سی اچھوتا مینن کی قیادت میں بننے والی حکومت میں شامل ہوئی، اس حکومت میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے دو وزراء تھے، اس حکومت کی مدت انیس سو پچھتر تک ہی تھی مگر انیس سو پچھتر میں ایمرجنسی نافذ ہونے کی وجہ سے انیس سو ستہتر تک یہ حکومت چلتی رہی۔

**چھٹی اسمبلی انیس سو ستہتر :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو ستہتر کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، سولہ سیٹوں پر امیدوار اتارے اور تیرہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کی قیادت والی حکومت میں شامل ہوئی، اس حکومت میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے دو وزراء تھے۔

**ساتویں اسمبلی انیس سو اسی :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو اسی کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، اکیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور چودہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی، اور پھر انیس سو اکیاسی میں کانگریس کی قیادت میں حکومت بنی جس میں مسلم لیگ بھی شامل ہوئی اور اس کے ایک بڑے لیڈر سی ایچ محمد کویا وزیر بنے۔

**آٹھویں اسمبلی انیس سو بیاسی :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو بیاسی کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، اٹھارہ سیٹوں پر امیدوار اتارے اور چودہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کی قیادت والی حکومت میں شامل ہوئی تھی، اس حکومت میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے تین وزراء تھے۔

**نویں اسمبلی انیس سو ستاسی :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو ستاسی کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، تیئیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور پندرہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی۔

**دسویں اسمبلی انیس سو اکیانوے :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو اکیانوے کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، بائیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور انیس نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کی قیادت والی حکومت میں شامل ہوئی اور یہ کیرل کی سیاسی تاریخ میں مسلم لیگ کی سب سے بڑی کامیابی تھی، تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑی کامیابی مسلم لیگ کو دو ہزار گیارہ میں ہوئی تھی، دو ہزار گیارہ میں مسلم لیگ کو کل بیس نشستیں ملی تھی؛ مگر میرے نزدیک انیس سو اکیانوے کی کامیابی سب سے بڑی اس حساب سے ہے کہ انیس سو اکیانوے میں سو استر فیصد مسلم آبادی والے ملپورم ضلع میں کل بارہ اسمبلی نشستیں تھیں جن میں سے نو نشستیں حاصل ہوئی تھیں، دو ہزار آٹھ میں ہوئی اسمبلی اور پارلیمانی حلقوں کی نئی حد بندی میں ملپورم میں چار سیٹیں بڑھ گئیں اور ملپورم کی کل سیٹیں سولہ ہوگئیں اور دو ہزار گیارہ میں مسلم لیگ نے ملپورم سے بارہ اور دیگر اضلاع سے آٹھ نشستیں حاصل کیں، انیس سو اکیانوے کی نو اور دو ہزار گیارہ کی برابر ہیں، اگر دو ہزار گیارہ میں ملپورم سے باہر دس سیٹیں ملتیں تو سمجھا جاتا کہ انیس سو اکیانوے اور دو ہزار گیارہ کی کامیابی ایک جیسی تھی، اس حکومت میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے چار وزراء تھے۔

**گیارھویں اسمبلی انیس سو چھیانوے :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ انیس سو چھیانوے کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، تیئیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور تیرہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی۔

**بارھویں اسمبلی دو ہزار ایک :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ دو ہزار ایک کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، اکیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور سولہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کی قیادت والی حکومت میں شامل ہوئی، اس حکومت میں پورے پانچ سال مسلم لیگ کے چار وزراء تھے۔

**تیرھویں اسمبلی دو ہزار چھ :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ دو ہزار چھ کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، اکیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور صرف سات نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی، انیس سو پینسٹھ کے بعد مسلم لیگ کی یہ دوسری بڑی شکست تھی، انیس سو پینسٹھ میں اسے صرف چھ سیٹیں ملی تھیں۔

**چودھویں اسمبلی دو ہزار گیارہ :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ دو ہزار گیارہ کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، تیئیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور بیس نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کی قیادت والی حکومت میں شامل ہوئی، اس حکومت میں دو تین سالوں تک مسلم لیگ کے چار وزراء تھے، پھر اس کے پانچ وزراء ہوگئے، ارکان اسمبلی کی تعداد کے حساب سے مسلم لیگ کی یہ اب تک کی کیرل کی سیاسی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی تھی، مگر میرے نزدیک مسلم لیگ کو سب سے بڑی کامیابی دسویں اسمبلی انیس سو اکیانوے میں ملی تھی، اس کی دلیل اس کے ذکر میں ملاحظہ فرمائیں۔

**پندرھویں اسمبلی دو ہزار سولہ :** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ دو ہزار سولہ کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، تیئیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور اٹھارہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی۔

**سولھویں اسمبلی دو ہزار اکیس:** کل اسمبلی نشستیں ایک سو چالیس تھیں، مسلم لیگ دو ہزار اکیس کے اسمبلی الیکشن میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہوئی، پچیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور پندرہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور کانگریس کے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھی۔

**کیرالہ میں انڈیا اتحاد :** انڈین یونین مسلم لیگ، انڈین یونین مسلم لیگ کے آل انڈیا صدر اور ان کی مدت صدارت ☆ ایم محمد اسماعیل صاحب مرحوم، 10 مارچ 1948-5 اپریل 1972، تمل ناڈو ☆ باففی تھنگل صاحب مرحوم، 2 7 9 1- 9 1 جنوری 3 7 9 1 کیرالہ ☆ ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب مرحوم 3 7 9 1- 4 9 9 1 کرناٹک ☆ جی ایم بنات والا صاحب مرحوم، 4 9 9 1- 5 2 جون 2008 مہاراشٹر ☆ ای احمد صاحب مرحوم 25 جون 2008 - 1 فروری 2017 کیرالہ ☆ کے ایم قادر محی الدین 27 فروری 2017 — تا حال، تمل ناڈو۔

**مسلم لیگی ارکان لوک سبھا :** پہلی لوک سبھا انیس سو باون، 1- بی پوکر (یہ اصل میں ابوبکر ہے) ملاپورم سے منتخب ہوئے تھے، دوسری لوک سبھا انیس سو ستاون، 2- بی پوکر صاحب منجیری سے بطور آزاد امیدوار کامیاب ہوئے تھے، تیسری لوک سبھا انیس سو باسٹھ، 3- سی ایچ محمد کویا کوزی کوڈ (کالی کٹ) سے منتخب ہوئے تھے، 4- ایم محمد اسماعیل منجیری سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، چوتھی لوک سبھا انیس سو سڑسٹھ 5- ایم محمد اسماعیل منجیری سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، 6- ابراہیم سلیمان سیٹھ کوزی کوڈ سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، 7- ایس ایم محمد شریف، رامناتھ پورم تمل ناڈو سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، پانچویں لوک سبھا انیس سو اکہتر، 8- ایم محمد اسماعیل منجیری سے تیسری بار منتخب ہوئے تھے، 9- ابراہیم سلیمان سیٹھ کوزی کوڈ سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، 10- ایس ایم محمد شریف پیریا کولم، تمل ناڈو سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے اور دوسری بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، 11- ابو طالب چودھری مرشد آباد، مغربی بنگال سے بطور آزاد امیدوار منتخب ہوئے تھے، چھٹی لوک سبھا انیس سو ستہتر 12- جی ایم بنات والا پونانی سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، 13- ابراہیم سلیمان سیٹھ منجیری سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے اور تیسری بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، ساتویں لوک سبھا انیس سو اسی، 14- جی ایم بنات والا پونانی سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، 15- ابراہیم سلیمان سیٹھ منجیری سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے اور چوتھی بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، 16- عبدالصمد، ویلور، تمل ناڈو سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، آٹھویں لوک سبھا انیس سو چوراسی، 17- جی ایم بنات والا پونانی سے تیسری بار منتخب ہوئے تھے، 18- ابراہیم سلیمان سیٹھ تیسری بار منتخب ہوئے تھے اور پانچویں بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، نویں لوک سبھا انیس سو نواسی، 19- جی ایم بنات والا، پونانی سے چوتھی بار منتخب ہوئے تھے، 20- ابراہیم سلیمان سیٹھ، منجیری سے چوتھی بار منتخب ہوئے تھے اور چھٹی بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، 21- عبدالصمد ویلور، تمل ناڈو سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، دسویں لوک سبھا انیس سو اکیانوے، 22- ابراہیم سلیمان سیٹھ پونانی سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے اور ساتویں بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے، 23- ای احمد منجیری سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، گیارھویں لوک سبھا انیس سو چھیانوے، 24- جی ایم بنات والا پونانی سے پانچویں بار منتخب ہوئے تھے، 25- ای احمد منجیری سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، بارھویں لوک سبھا انیس سو اٹھانوے 26- جی ایم بنات والا پونانی سے چھٹی بار منتخب ہوئے تھے، 27- ای احمد منجیری سے تیسری بار منتخب ہوئے تھے، تیرھویں لوک سبھا انیس سو ننانوے، 26- جی ایم بنات والا پونانی سے ساتویں بار منتخب ہوئے تھے، 27- ای احمد منجیری سے چوتھی بار منتخب ہوئے تھے، چودھویں لوک سبھا دو ہزار چار، 28- ای احمد پونانی سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، اور پانچویں بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چار سے دو ہزار چودہ تک کل دس سالوں تک انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت والی مرکزی سرکار میں بطور مرکزی وزیر مملکت خدمت انجام دیا تھا، 29- کے ایم قادر محی الدین ویلور، تمل ناڈو سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، پندرھویں لوک سبھا دو ہزار نو 30- ای احمد ملاپورم سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، اور چھٹی بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے وہ اس سے قبل چار بار منجیری سے اور ایک بار پونانی سے منتخب ہوئے تھے، دو ہزار نو کے لوک سبھا انتخاب سے قبل منجیری لوک سبھا حلقے کا نام ہی ملپورم کردیا گیا تھا، 31- ای ٹی محمد بشیر پونانی سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، 32- عبدالرحمن ویلور تمل ناڈو سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، سولھویں لوک سبھا دو ہزار چودہ، 33- ای احمد ملاپورم سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے، اور ساتویں بار ممبر لوک سبھا منتخب ہوئے تھے وہ اس سے قبل چار بار منجیری سے اور ایک بار پونانی سے منتخب ہوئے تھے، دو ہزار نو کے لوک سبھا انتخاب سے قبل منجیری لوک سبھا حلقے کا نام ہی ملپورم کردیا گیا تھا، اور دو ہزار سترہ میں ان کی وفات کے بعد ضمنی انتخاب میں سابق ریاستی وزیر پی کے کنہالی کٹی (ننھے علی بچے) ملپورم سے پہلی بار منتخب ہوئے تھے، 34- ای ٹی محمد بشیر پونانی سے دوسری بار منتخب ہوئے تھے (جاری)

Scanned with CamScanner

# معاشرہ کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

استاذ کا کردار معاشرے کی تعمیر میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔اس کی اخلاقی صفات کا عکس طالب علم پر سورج کی روشنی کی طرح پڑتا ہے۔طلبہ کے سامنے جھوٹ بولنا،غیبت کرنا یا بد دیانتی کرنا استاذ کی اپنی تصویر کو خراب کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے اخلاق کو خراب کرنے کا موجب بھی ہے۔موجودہ دور میں بعض اساتذہ کھلے عام غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث نظر آتے ہیں،کیا اس کردار کے اساتذہ کوئی صالح معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں؟ نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا:''تم مجھے اچھی مائیں دو،میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔''اس قول میں ذرا سی ترمیم کرکے میں کہتا ہوں:''تم مجھے اچھے استاذ دو،میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔''ضروری نہیں کہ ہر ماں بہت باصلاحیت ہو،ماں نیک ہوسکتی ہے،وہ اپنے بچے کو بہترین اخلاق سے آراستہ کرسکتی ہے،مگر ہوسکتا ہے وہ تعلیم نہ دے سکتی ہو،جب کہ ایک استاذ تربیت کے ساتھ تعلیم بھی دیتا ہے۔اس لیے ایک استاذ کو اپنے پیشہ کی اہمیت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔ذیل میں ایک اچھے استاذ کے چند اوصاف کا باختصار ذکر کیا جاتا ہے۔یہ وہ لازمی اوصاف ہیں جن کی جانب ہمارے اساتذہ و ذمہ داران تعلیم کو توجہ دینا چاہئے۔

☆اخلاص ہر کام کے لیے شاہ کلید ہے۔ایک استاذ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مخلص ہوتا ہے۔یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہئے کہ تعلیم کوئی جز وقتی ملازمت (Part time job) نہیں ہے،بلکہ ہمہ وقتی شغل ہے۔ ایک استاذ صرف کلاس یا اسکول کے احاطہ میں ہی استاذ نہیں ہوتا بلکہ وہ اسکول کے باہر مسجد اور بازار میں بھی استاذ ہوتا ہے،اسی طرح ایک استاذ دوران تعلیم ہی استاذ نہیں ہوتا بلکہ یہ رشتہ تا حیات قائم رہتا ہے۔اگر آپ نے یہ طے کرلیا ہے کہ تدریس کو ہی ذریعہ معاش بنائیں گے تو اس کے لیے مخلص ہوجایے۔تبھی آپ اپنے پیشہ سے انصاف کرسکیں گے۔آپ کا اخلاص اپنے پیشہ کے لیے بھی ہو اور اپنے شاگردوں کے لیے بھی۔شاگردوں کے لیے مخلص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو مثالی طالب علم بنانے کی کوشش کریں،ان کی کامیابی آپ کو ایسے ہی مطلوب ہو جیسے اپنی اولاد کی مطلوب ہوتی ہے،ان کی کامیابی پر آپ قلبی مسرت محسوس کریں اور ان کی ناکامی سے آپ کو تکلیف ہو۔

☆معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں وہی اساتذہ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں جو علم کے حریص (Learner) ہوں اس لیے کہ علم ایک ترقی پذیر شئی ہے۔انسانی زندگی میں روزانہ تغیر واقع ہورہا ہے۔آئے دن نئی نئی ایجادات ظہور پذیر ہورہی ہیں،علم کی توسیع کا عمل مستقل جاری ہے۔ایک عام انسان علم کی وسعت کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ایک استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم سے کم اپنے مضمون کے بارے میں مستحضر (update) رہے۔وہ ہمیشہ سیکھتا رہے۔اگر سیکھنے کا عمل رک جائے گا تو اس کا علم محدود ہوجائے گا۔جس طرح تالاب میں اگر صاف پانی نہ ڈالا جائے تو ایک دن وہ تالاب یا تو سوکھ جاتا ہے یا اس کا پانی گندہ ہوجاتا ہے۔اسی طرح ایک استاذ اگر اپنے علم میں اضافہ نہیں کرتا تو وہ اپنے شاگردوں کو تازہ علم نہیں دے سکتا۔

☆تعمیر معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ اس کو اپنا مقصد تدریس بنائیں۔آپ کیوں پڑھا رہے ہیں؟اس کا جواب آپ کے پاس ہونا چاہئے۔ایک جواب یہ ہے کہ پیسہ کمانا چاہتے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ بچوں کو امتحان میں پاس ہونے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔تیسرا جواب یہ ہے کہ بچوں کو اس قابل بنانا چاہتے ہیں کہ یہ پیسہ کماسکیں،چوتھا جواب یہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو دنیا اور آخرت میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں اور ایک صالح معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ہر جواب کے تقاضے اور نتائج الگ الگ ہیں۔ اگر آپ کے پیش نظر صرف پیسہ کمانا ہی تعلیم و تدریس کا مقصد ہے تو پھر اخلاقیات کا ذکر ہی کیا؟آج جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ ڈاکٹر کو مریض سے ذرہ برابر ہمدردی نہیں ہے،وہ صرف مریض کی جیب پر نظر رکھتا ہے،یہاں تک کہ مریض کے مرجانے پر اس کی لاش بھی پیسے لے کر دی جاتی ہے بعض ہسپتالوں میں مردہ کو بھی مصنوعی طور پر اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ اس کے ورثاء سے پیسہ لیا جاسکے۔ایک انجینئر رشوت لے کر ایسی تعمیر کرادیتا ہے کہ ایک جھٹکے میں ہزاروں زندگیاں ختم ہوجاتی ہیں،ایک تاجر صرف پیسے کے لیے کم تولتا اور ملاوٹ کرتا ہے۔یہ سب ان اساتذہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے جن کا مقصود صرف پیسہ کمانا تھا۔اگر آپ آخری جواب کو اپنا مقصد بنائیں تو آپ ایک صالح معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔پیسہ تو بقدر قسمت آپ کو مل ہی جائے گا۔دنیا میں پیسہ بہت کام آتا ہے لیکن پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔غلط راستوں اور لوگوں کا گلا کاٹ کر کمایا گیا پیسہ اپنے ساتھ بہت سی مصیبتیں لاتا ہے۔آج نیرو مودی اور وجے مالیا ملک سے فرار ہیں،جب کہ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے۔دولت کا حصول اچھی بات ہے لیکن وہ آپ کے پاس جائز راستوں سے آنی چاہئے۔ایک مثالی استاذ دولت کا پجاری نہیں ہوتا،وہ اپنے غریب شاگردوں کو بھی اتنی ہی توجہ سے پڑھاتا ہے جتنی توجہ سے وہ مالدار شاگردوں کو پڑھاتا ہے۔اسکول میں یونیفارم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امیر اور غریب یکساں نظر آئیں اور استاذ کی نظر میں سب برابر ہوں۔ایک مثالی استاذ کے سامنے تعلیم کا مقصد بھی واضح ہوتا ہے اور زندگی کا مقصد بھی۔

معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر افراد سازی کا اہم کام بھی اساتذہ ہی کرسکتے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ بچے کے اندر بے پناہ خداداد صلاحیتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ان صلاحیتوں کو پہچان کر نشو نما دینا ایک مثالی استاذ کی ذمہ داری ہے۔بچے کے اندر کیا صلاحیت ہے؟کون عالم دین بن کر رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے،کون ڈاکٹر بن کر علاج کرسکتا ہے،کس کے اندر انتظامی صلاحیت ہے،کون ایک اچھا اور ایمان دار تاجر بن سکتا ہے؟کون مصنف اور مقرر ہوسکتا ہے؟ان سب صلاحیتوں کا ادراک کرنا ایک استاذ کی ذمہ داری ہے۔اس سلسلہ میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے صحابہ کرام کی صلاحیتوں کی شناخت کرکے ان کو اس میدان کا ماہر بنادیا۔بعض صحابہ کو آپؐ نے مبلغ بنایا۔بعض کو منتظم،بعض کو دوسری زبانیں سکھا کر مترجم بنایا اور بعض کو کاتب،بعض صحابہ کو آپؐ نے جاسوسی کی تربیت دی،بعض کو آپؐ نے سفارت کاری کا ہنر سکھایا۔سپہ گری تو عرب کے ہر باشندے کی ضرورت تھی،بعض لوگ اس فن میں بھی مہارت حاصل کرلیتے تھے،لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر میدان کے لیے صحابہ کو مخصوص تربیت دلائی۔کیا آپ ڈیڑھ ہزار سال پہلے عرب کے ریگستان میں یہ تصور کرسکتے تھے کہ قیدیوں سے تعلیم کا کام لیا جائے۔لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے کافر قیدیوں سے مسلمانوں کو تعلیم دلائی۔یہ تاریخ کا نہایت انوکھا واقعہ تھا۔ایک استاذ کا کام ہے کہ وہ ہر بچے پر خصوصی نظر رکھے اور اس کی دلچسپیوں کا مطالعہ کرے،اور اس مطالعہ کی روشنی میں بچے کے مستقبل کی منصوبہ بندی کرے۔

معاشرہ کی تعمیر میں استاذ کی گفتار،بود و باش اور لباس کا بھی اثر پڑتا ہے۔بچہ اپنے استاذ کی نقل کرتا ہے،وہ اپنے استاذ کو والدین کے مقابلہ پر زیادہ آئیڈیل مانتا ہے۔اس لیے استاذ کی وضع قطع اور بود و باش کا بچے کی شخصیت پر بہت اثر پڑتا ہے۔ہر زمانے میں شرافت کا لباس،لفنگے پن کے لباس سے الگ رہا ہے۔آپ لوگوں کے پہناوے اور چال سے ان کی علمیت اور خاندانی نجابت کا اندازہ لگاسکتے ہیں۔سر پر لمبی لمبی زلفیں،نامناسب جگہوں سے پھٹی جینس،ہاتھ میں سگریٹ ہو تو آپ بلاتکلف کہہ سکتے ہیں یہ سب کچھ ہوسکتا ہے استاذ نہیں ہوسکتا۔ایک مثالی استاذ کی ہر ادا سے وقار ٹپکتا اور عظمت جھلکتی ہے۔اس لیے استاذ کو چاہئے کہ وہ اپنے لباس اور بود و باش کو اخلاقی حدود کے دائرے میں رکھے۔

خوش گفتاری میں دو باتیں شامل ہیں۔ایک یہ کہ زبان کا آہنگ معتدل ہو،نہ اتنا پست کہ خود کے سوا کوئی نہ سن سکے اور نہ اتنا بلند کہ ہمسائے بھی دوڑے چلے آئیں۔قرآن کے مطابق حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ''اپنی آواز کو پست رکھو،بے شک گدھے کی آواز سب سے مکروہ ہے۔''(لقمان۔18)۔ایک استاذ کو چاہئے کہ کلاس میں پڑھاتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی آواز سے برابر والی کلاس ڈسٹرب نہ ہو۔زبان کے تعلق سے دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ جو زبان بھی بولے اس کی فصاحت و بلاغت اور گرامر کا خیال رکھے۔استاذ کی گفتگو طلبہ کے لیے سند اور حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ اردو،ہندی بولیں یا انگریزی،لیکن زبان کے معیار کو گرنے نہ دیں۔بعض اساتذہ طلبہ سے گفتگو کے وقت اپنی دیہاتی زبان کا استعمال کرتے ہیں جو اس قدر غیر فصیح ہوتی ہے کہ طلبہ استاذ کے ذریعہ بولے گئے الفاظ کو ڈکشنری میں تلاشیں تو انہیں نہ ملیں۔بعض علاقوں میں لکھنے والی زبان الگ ہے اور بولنے والی الگ۔استاذ کو کوشش کرنا چاہئے کہ بولتے وقت لکھنے والی زبان کا ہی استعمال کرے۔

مختصر یہ کہ استاذ کے اوپر سماج اور ملک کی ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم و ملک کے معماروں کا تخلیق کار ہے۔وہ جیسے معمار بنائے گا ملک اور سماج ویسا ہی تیار ہوگا۔اس پہلو سے ہر استاذ کو چاہئے کہ وہ اپنا جائزہ لے اور اپنے اندر مثالی استاذ کی لازمی خصوصیات کو پیدا کرے۔

# یہ ہے کامیاب زندگی کا راز

ندیم خان کشمیر

تکلیف انسان کو سبق سکھاتی ہے جو ساری زندگی یاد رہتا ہے۔انسان تکالیف اُٹھاتا رہتا ہے،سبق سیکھتا جاتا ہے اور ہر تکلیف سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا جاتا ہے حتی کہ کچھ عرصے بعد اُنہی تکالیف کے باعث ایک باشعور و تجربہ کار انسان بن جاتا ہے،جبکہ خوشیاں کھوکھلی ہوتی ہیں۔یہ انسان کو کچھ نہیں دیتیں بلکہ اگر انسان کا خود پر قابو نہ ہو،مناسب رہنمائی اُسے میسر نہ ہو تو خوشیاں انسان کو گمراہ بھی کرجاتی ہیں۔لہٰذا پھول کی نرم و نازک ناپائیدار پتیاں کس کام کی؟اصل تو کانٹے ہیں جو انسان کو شعور کی دولت سے مالا مال کردیتے ہیں۔پھر یہ سرمایہ عمر بھر کام آتا ہے بلکہ اگلی نسلوں کی تربیت کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے۔(تبھی تو کہتے ہیں کہ پھول کی پتیاں جلد سوکھ جاتی ہیں لیکن کانٹے سدا بہار ہوتے ہیں)

زندہ تو ہم سب ہیں مگر کیا واقعی محض زندہ رہنے کو زندگی کہا جاسکتا ہے؟کیا زندگی سانسوں کا تسلسل سے بڑھ کر کچھ نہیں؟ہم کسی دور افتادہ مقام کو چھوڑیں،محض اپنے ہی ماحول میں موجود لوگوں کا معروضی طریقے سے جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ بہت سے لوگ ہیں کہ محض جیے جارہے ہیں اور اِسی کو زندگی سمجھ کر خوش ہیں۔بات اگر محض خوش ہورہنے تک محدود ہوتی تو خیر کوئی بات نہ تھی۔مشکل یہ ہے کہ جو لوگ خود کو عضوِ معطل بنائے ہوئے ہیں اُن کے ہاتھوں دوسروں کے لیے بہت سی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔اُنہیں جو کچھ کرنا چاہیے وہ اُن سے ہو نہیں پاتا اور یوں بہت سے معاملات میں صرف اور صرف خرابی سامنے آتی ہے۔شخصی ارتقا کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان پورے ہوش و حواس کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ جب انسان اپنے ماحول سے بھرپور مطابقت رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے تب وہ اپنی خواہشات کے مطابق بہت کچھ کرنے کے قابل بھی ہو پاتا ہے۔آپ نے اپنے ماحول میں ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہوں گے جو لگے بندھے انداز سے جی رہے ہیں۔اُنہیں کسی بھی واقعے یا سانحے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اُن کے معمولات متاثر نہیں ہوتے۔وہ تبدیلی کو پسند نہیں کرتے۔اُن کی بھرپور کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ بھی جس طور چل رہا ہے بالکل اُسی طور چلتا رہے۔آپ نے اکثر ایسے لوگ دیکھے ہوں گے جنہیں عموماً کسی نہ کسی معاملے میں فکریں لاحق رہتی ہیں۔وہ زیادہ تر یہی سوچتے ہیں کہ معاملات بگڑنے والے ہیں۔گویا تشویش ایک ذہنی رویہ ہے جو ہمیں معاملات کے سلسلے میں ڈراؤنی فکروں سے دوچار رکھتا ہے۔اس دور میں عام آدمی اس مرض کا خصوصیت سے شکار دکھائی دیتا ہے۔تشویش آدمی میں کئی ذہنی اور جسمانی علامتیں ابھارنے کا سبب بنتی ہے۔ان باتوں کے علاوہ اس کے ذہن میں''خوف''جاگزیں ہوجاتا ہے،اور یہ خوف بے حد پریشان کن ہوتا ہے (بقیہ صفحہ:۱۲ رپر)

Scanned with CamScanner

# مسجد اللہ کی ملکیت ہوتی ہے

مولانا عبد العلیم اصلاحیؒ

اسلام میں مساجد کا وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں دل کا۔ دل کی حرکت سے زندگی شروع ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ دل کی حرکت بند ہونے کے بعد زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح ہی کسی ایسی مسلم آبادی کا تصور کیا جاسکتا ہے جہاں مسجد نہ ہو۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں آیت **انما یعمر مساجد اللّٰہ** کے تحت لکھا ہے کہ مسجد کی آبادکاری ایمان کی دلیل ہے بلکہ لفظ ''انما'' سے اشارہ ہو رہا ہے کہ ایمان صرف انہیں لوگوں میں ہوگا، جن کے اندر مسجد کو آباد کرنے کی صفت پائی جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے مسجد بنائی۔ اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجرے بنائے گئے۔ کعبۃ اللہ بھی ایک مسجد ہے، اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ دنیا کی تمام مسجد میں اسی مرکزی مسجد کی شاخیں ہیں۔ اسی طرح دنیا کی کسی مسجد کی بے حرمتی کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کے ہم معنی ہے، اور کسی بھی مسجد کی خدمت اور آبادکاری کعبۃ اللہ کی خدمت اور آبادی سے ملتی جلتی چیز ہے۔ اقامت الصلوٰۃ کا حکم ایمان باللہ کے بعد ہے اور ایمان کا ایک اہم ترین تقاضا ہے۔ اس حکم کی تعمیل کیلئے مسجد ایک لازمی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **احب البلاد الی اللّٰہ تعالٰی مساجد یا و ابغض البلاد الی اللّٰہ اسواقھا** ۔''اللہ کے نزدیک زمین پر سب سے محبوب جگہ مساجد ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ مقام بازار ہیں۔'' حضرت ابو ہریرہ سے ایک دوسری روایت ہے: **من تطھر فی بیتہ ثم مشی إلی بیت من بیوت اللّٰہ یقضی فریضۃ من فرائض اللّٰہ کانت خطواتہ احداھما تحط خطیئۃ و الأخری ترفع درجۃ** ''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر کسی مسجد کی طرف چلا تا کہ کوئی فرض نماز ادا کرے تو اس کا ایک قدم اس کی خطا کو مٹاتا ہے اور دوسرا قدم اس کے درجہ کو بڑھاتا ہے۔'' حضرت ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی السلام نے فرمایا: **اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدولہ بالایمان فان اللّٰہ تعالٰی قال انما یعمر مساجد اللّٰہ من أمن باللّٰہ والیوم الآخر...** الخ جب کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد کو آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **بشر المشائین فی الظلم الی المسجد بالنور التام یوم القیامۃ** - خوشخبری دے دو ان کو جو اندھیرے میں مسجد کی طرف پیدل جاتے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن نور کامل عطا ہوگا۔'' بعض صحابہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ ان کی عزت کرے جو اللہ کے گھر میں اللہ سے ملنے کے لئے آئیں۔ (بحوالہ تفسیر کبیر) ایک مشہور حدیث ہے: **من بنی مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنۃ** '' جو کوئی اللہ کے لئے کوئی مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔'' یہ کتنی عظیم بشارت ہے اس کا اندازہ اور اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق اور عنایت خاص سے حصول جنت کا شوق پیدا کر دیا ہو۔ اسی بناپر ہر دور میں مسلمانوں کے اندر مسجد بنانے اور مسجد کی خدمت کا بے پایاں ذوق و شوق پایا گیا ہے۔

**مسجد اللہ کی ملکیت ہوتی ہے:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۃ الجن-۱۸) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔'' سلسلہ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف جن باتوں کی وحی کی گئی ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ مسجدیں اللہ کے لئے خاص ہوتی ہیں۔ تفسیر کبیر میں اس آیت کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے: **ای فلا تدعوا مع اللّٰہ احدافی المساجد لانھا للّٰہ خاصۃ** ۔ پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو مسجدوں میں نہ پکارو۔ اس لئے کہ مساجد اللہ کے لئے خاص ہیں۔

قرآن مجید میں کم از کم 19 جگہ ''مسجد'' اور 6 جگہ ''مساجد'' کا لفظ آیا ہے۔ ان سارے مقامات کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اور مساجد سے مراد وہ جگہ ہے جو عبادت کے لئے مخصوص کی گئی ہو۔ اس کے باوجود بعض بزرگوں نے سات اعضاء، دونوں ہاتھ، دونوں قدم، دونوں گھٹنے اور پیشانی کو مراد لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے اطلاق سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان اعضاء پر اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ نہ کیا جائے۔ اسی طرح اس آیت اور حدیث میرے لئے پوری زمین مسجد بنادی گئی ہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زمین پر اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔ بہر صورت مسجد اور مساجد سے مراد عبادت کے لئے مخصوص طور پر بنائی ہوئی جگہ ہے۔ آیت کے نزول کے وقت روئے زمین پر صرف دو مسجدیں تھیں، ایک کعبۃ اللہ مکہ معظمہ میں اور دوسرے مسجد اقصیٰ فلسطین میں، اس کے باوجود جمع کا لفظ مساجد آیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم رہتی دنیا تک زمین پر تعمیر ہونے والی تمام مسجدوں کے بارے میں دیا گیا ہے۔ مشرکین مکہ خانہ کعبہ میں اور یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں اللہ کے ساتھ کئی خداؤں کی پوجا کرتے تھے اور کئی بتوں کے سامنے سجدہ کرتے تھے، اس پس منظر میں حکم دیا گیا کہ مساجد میں صرف اللہ کو پکارو، اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو، یعنی کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مساجد اللہ کے واسطے مختص ہوتی ہیں۔ اور اللہ کی ملکیت میں ہوتی ہیں۔ اللہ میں لام ملکیت کو بتاتا ہے جیسے: ان الارض للّٰہ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے انا للّٰہ ہم اللہ کے ہیں۔

**ایک اہم نکتہ:** یہاں شرعی فقہی اور قانونی لحاظ سے ایک بڑی اہم بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی بھی مسجد کا صرف اللہ کی عبادت کے لئے مختص ہونا اور کسی مسجد کا اللہ کی ملکیت ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے بلکہ یہ حکم ہر مسجد کے لئے نص صریح سے ثابت ہے۔ یہ مسئلہ اجتہاد کے دائرے سے باہر ہے، اس بناپر کسی فرد یا جماعت کو یہ حق حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی مسجد کو غیر اللہ کی عبادت کے لئے دے یا اس کی ملکیت میں تبدیلی پیدا کر دے۔ مسجد کی ملکیت کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کا ذکر کرنا یہاں نامناسب نہ ہوگا۔ ہمارے معتبر واعظین بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم صبح تک میری حدود سلطنت سے باہر چلی جاؤ ورنہ تم پر طلاق ہے۔ اس کے بعد سب کو پریشانی لاحق ہوگئی کہ صبح تک حدود سلطنت سے نکل جانے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی۔ عام علماء اور مفتیان کے نزدیک اس کے علاوہ کہنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک بڑے فقیہ نے کہا کہ طلاق سے بچنے کی ایک صورت ہے اور یہ ہے کہ بیگم صاحبہ صبح سے پہلے کسی مسجد میں چلی جائیں۔ مسجد اللہ کی ملکیت ہوتی ہے۔ کسی بھی بادشاہ کی سلطنت سے باہر ہوتی ہے۔

**سب مسجدیں یکساں قابل احترام ہیں:** اس آیت کا اطلاق جس طرح کعبۃ اللہ اور مسجد اقصیٰ پر ہوتا ہے اسی طرح دنیا کی ہر مسجد پر ہوگا اور جس طرح یہ دونوں مسجدیں محترم ہیں اور ان پر غیر شرعی طور پر کوئی تصرف نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح دنیا کی کسی مسجد پر شرعی دلیل کے بغیر کوئی تصرف کرنے کی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی۔ کعبۃ اللہ میں ایک نماز ایک لاکھ، اور مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار کے برابر ہے، اس فرق مراتب سے قطع نظر مطلق احترام اور ملکیت کے اعتبار سے ہر مسجد برابر ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی حفاظت، آبادکاری اور خدمت مسلمانوں کی ذمہ داری میں داخل ہے۔ زمین کے کسی کونے میں کوئی مسجد ہو اور اس کی بے حرمتی ہوتی ہے تو روئے زمین پر بسنے والا کوئی مسلمان اپنے کو قطعاً بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا۔ مسجد تو مسجد ہے دارالاسلام کی زمین کے چھوٹے سے چھوٹے علاقے پر اگر کفار اور مشرکین قابض ہو جائیں تو درجہ بدرجہ تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس علاقہ کو کفار کے قبضہ سے نکالیں۔ تمام مساجد یکساں طور پر قابل احترام ہیں جیسے جان سب کے سب قابل احترام ہیں۔ ایک جان کو قتل کرنا سب جانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے لیکن کسی مرد صالح اور عالم کو قتل کرنا اور بڑا جرم ہے پھر کسی نبی کو قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہے جس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ 32) جس نے کسی ایک انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے اس کو بچایا اس نے گویا تمام انسانوں کو بچایا۔ اسی طرح جس نے ایک قابل احترام مسجد کو ڈھایا اس نے گویا تمام مساجد کو ڈھایا اور جس نے ایک مسجد کو بچایا گویا اس نے تمام مساجد کو بچایا۔ انسانوں میں جس طرح مراتب کے لحاظ سے فرق کیا جاتا ہے لیکن مطلق احترام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح مساجد میں بھی فرق ہوسکتا ہے لیکن بلحاظ احترام بحیثیت مجموعی فرق نہیں ہے سب یکساں ہیں۔ کعبۃ اللہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی انتہا درجہ کا جرم اور گناہ ہے اور اس کو برداشت کرنا انتہائی درجہ کی بے غیرتی اور بے ایمانی ہے۔ ایسے ہی کسی بھی مسجد کی بے حرمتی کو گوارہ کر لینا بھی نسبتاً کم درجہ کی سہی بے ایمانی اور بے غیرتی کی ہی بات ہوگی۔ اور ایمان سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوسکتا۔ چھوٹی سے چھوٹی مسجد کی بے حرمتی کو جیتے جی۔ برداشت کر لینا دعوی ایمان سے میل کھانے والی چیز نہیں ہوسکتی چاہے اس کی مصلحت خواہ کتنے ہی مقدس اسٹیج اور مسند ارشاد و افتاء سے جاری ہو، یہ اس دور کا المیہ ہے کہ کھلی ہوئی بے غیرتی اور ضعف ایمانی کو دینداری کے روپ میں پیش کیا جارہا ہے۔

**بقیہ: یہ ہے کامیابی** ...... اس سے بری بات یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے خیالات کو خود ہی روکنے کی کوشش کرتا ہے، اوپر سے وہ پُرسکون نظر آنا چاہتا ہے مگر اس کے اندر خوف (تشویش) بڑھتا جاتا ہے۔ تشویش سے نجات حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کریں: زندگی میں کچھ بھی پرفیکٹ یعنی کامل نہیں ہوتا بلکہ ہمیں اسے بنانا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح کسی کی بھی زندگی آسان نہیں ہوتی اس کو آسان بنایا جاتا ہے۔ ہم اپنی سوچ اور اپنے عمل سے کئی معاملات کو بہتر انداز میں حل کر سکتے ہیں لہٰذا صبر و تحمل برداشت اور نظر انداز کرنے کی عادت کو اپنانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ زندگی کے امور اور روزمرہ کے دیگر معمولات اپنی نوعیت میں پیچیدہ ہوتے ہیں۔ کسی کے لیے بھی زندگی گزارنا آسان نہیں ہوتا۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی جگہ محدود وسائل میں رہتے ہوئے اپنے حالات و واقعات کے مطابق تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ ایک دن میں ہم کئی کام کرتے ہیں پھر اگر یہ سوچا جائے یا توقع کی جائے کہ تمام کام ہماری مرضی سے سرانجام پائیں گے تو ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ حالات ہمارے قابو یا کنٹرول میں نہیں ہوتے ہاں ہماری سوچ ہمارے اپنے اختیار میں ضرور ہوتی ہے۔ جب ہم مثبت سوچتے ہیں تو ہمارے ذہن و دماغ اور جسمانی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری کارکردگی میں بھی نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس جب ہم منفی سوچتے ہیں صرف مسائل کے بارے میں غور کرتے ہیں، ان کو خود پر حاوی کر لیتے ہیں، اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں کرتے ہر وقت حالات اور قسمت کو کوستے رہتے ہیں تو ہم ایک ہی نقطہ پر اڑ جاتے ہیں یا ہماری سوچ منجمد ہو جاتی ہے یا ہم خود کو ایک دائرے میں محدود کر لیتے ہیں پھر اس سے باہر نہیں نکل پاتے۔ جب تک ہم اپنے اردگرد اُس بے ساختہ لکیر کو عبور نہیں کر پاتے ہم خود کو مظلوم اور بے چارہ ہی تصور کرتے ہیں اس کے علاوہ کچھ کر ہی نہیں پاتے اور نتیجہ میں وہی بے بسی مظلومیت ناکامی ڈر خوف اور فرسٹریشن ہی ہمارا مقدر بنتی ہے جو ہمیں اپنے جال میں جکڑ لیتی ہے۔ ناساعد حالات میں ہمت ہارنے کی بجائے ہمیں چاہئے کہ ان مسائل کو کھلے دل سے قبول کریں کیونکہ ہمارے پاس کوئی متبادل راہ نہیں ہوتی تو پھر ان کو دیکھنے کا زاویہ بدل لیں۔ اپنی ہمت اور طاقت کو یکجا رکھیں اپنی صلاحیتیں اور قوت ان مسائل کے حل پر لگائیں نہ کہ جلنے اور کڑھنے پر اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات معمولی ہوتی ہے لیکن اس کا حل ہمارے ذہن میں نہیں آتا یا ہماری سوچ اس وقت کام نہیں کرتی، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی سوچ اور علم و معلومات کے مطابق بہتر فیصلہ کرتے ہیں لیکن اس کے نتائج صحیح نہیں آتے یا ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورتحال میں ہمیں کسی تجربہ کار ساتھی سے مشورہ کر لینا چاہئے اور سکون سے بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہاں ہم سے غلطی سرزد ہوئی ہے یا کہاں پر ہم بہتری لا سکتے ہیں۔ پریشان ہو کر غصہ کر کے ہم اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ تھک گئے ہیں تو تھوڑا آرام کر لیں دوبارہ سے حکمتِ عملی تیار کریں پھر پوری قوت سے زور لگا دیں۔ ناکامی کا سامنا ہو گیا ٹھوکر لگ گئی، گر گئے، اپنا نقصان کر بیٹھے ہیں تو کوئی بات نہیں اٹھیں، ہمت اور توانائی کو یکجا کریں منہ ہاتھ دھوئیں، ہاتھ اور کپڑے جھاڑیں اور پھر سے نئے محاذ پر نکل کھڑے ہوں، یہی کامیاب زندگی کا راز ہے۔ مسائل کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔ درپیش مسائل اور حالات کا مقابلہ ہمیں ٹھنڈے دماغ سے کرنا چاہئے تاکہ غلطی کے امکانات کو ممکنہ طور پر کم کیا جا سکے اس کے علاوہ جذبات اور جلد بازی میں ہم غلط فیصلہ کر بیٹھتے ہیں جس کا خمیازہ بہرحال ہمیں بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ غلطیاں کرنا فطری عمل ہے لیکن ان کو دہرانا نہیں چاہئے بلکہ ان تجربات سے سیکھتے ہوئے مستقبل میں بہتر حکمتِ عملی تیار کرنی چاہئے۔ جب تک ہم ہاتھ پاؤں نہیں ماریں گے، تجربات نہیں کریں گے ہمیں کیسے علم ہوگا کہ کیا درست ہے اور کیا غلط ہے، آج ہر انسان مختلف محاذوں پر چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے۔ جب تک دم میں دم ہے، قدم قدم پر چیلنج رہیں گے۔ ہمیں ان چیلنجز سے بطریقِ احسن نمٹنے کا طریق سیکھنا ہے۔ کسی بھی بڑے چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے لازم ہے کہ آپ پُرسکون ہوں، دل اور دماغ دونوں پر کوئی بوجھ محسوس نہ کریں۔ آپ جس قدر پُرسکون رہیں گے، مشکلات کا سامنا کرنے میں اُتنی ہی آسانی رہے گی۔ یہ سب کچھ بیدار مغز رہنے کی حالت کا حصہ ہے۔ مشکلات سے گھبرانا نہیں ہے بلکہ اُن سے نجات کا طریقہ سوچنا اور اُس پر عمل کرنا ہے۔ کس نے تکلیف پہنچائی ہے اور کون تنقید کرتا ہے یہ سوچنا آپ کا کام نہیں۔ نہ آپ یہ سوچیں کہ کوئی آپ کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے اور نہ ہی یہ سوچیں کہ کون کیسا ہے۔ آپ کی توجہ صرف اپنے کام پر ہونی چاہیے۔ صلاحیت و سکت کو بروئے کار لا کر آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ بس حاضر دماغی کو گلے سے لگائے رکھنا ہے۔ اگر آپ حق پر ہوں گے، ذہنی صحت کے حامل ہوں گے تو کوئی بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ زندگی کا حقیقی لطف پانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یہ کہ زمانہ حاضر میں زندگی بسر کیجیے۔ ایک ایک پل کا مزا لیجیے، ناکارہ خیالات اور بے بنیاد اندیشوں سے دور رہیے۔ تو پھر آج اور ابھی طے کیجیے کہ آپ پورے ہوش و حواس کے ساتھ زندگی کا لطف پانے کی بھرپور کوشش کریں گے اور اس معاملے میں کوئی بھی رکاوٹ قبول اور برداشت نہیں کریں گے۔ ایک اور کام کی بات۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جوں جوں انسان بڑا (یعنی بوڑھا) ہوتا جاتا ہے، لوگوں سے اُس کا اعتماد اور اعتبار اٹھتا جاتا ہے۔ ڈھلی ہوئی عمر میں وہ چند ہی لوگوں پر بھروسا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

# اسلامی تہذیب کی خصوصیات اور مسلمانوں کی موجودہ ضرورت

مولانا اسرار الحق قاسمیؒ

موجودہ مغربی تہذیب کوئی نوعمر تہذیب نہیں ہے۔دراصل اس کی جڑیں ہزاروں سال پرانی یونانی اور رومی تہذیبوں سے پیوستہ ہیں۔یونانی تہذیب مغربی ذہنیت کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔یہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفۂ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا اور یونانی قوم ایک مخصوص نظریۂ تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے دنیا پر چھا گئی۔اس تہذیب کا اصل الاصول انسان کی تمام قوتوں کا ہم آہنگ نشو ونما اور سب سے بڑا معیار خوبصورت اور سڈول جسم سمجھا جاتا ہے۔جسمانی تربیت، ورزشی کھیلوں، اور رقص وغیرہ کو اس لئے اس میں خاص اہمیت حاصل تھی۔اس میں زیادہ زور محسوسات پر ہے۔اس میں نہ روحانیت کا مغز ہے، نہ باطنیت کا، نہ پیشوایان دین کا طبقہ ہے نہ علم دین کا، یونانیوں کے جانشین رومی ہوئے اور قوت، مملکت کی تنظیم، سلطنت کی وسعت اور عسکری صفات میں ان پر فوقیت لے گئے۔لیکن علم وادب، تہذیب وشائستگی میں وہ یونانیوں کے درجہ کے کمال تک نہ پہنچ سکے۔اس وجہ سے ان کے ذہنوں پر یونانیوں کی گرفت ہمیشہ مضبوط رہی اور رومی، یونانی تہذیب سے مغلوب رہے۔پھر ایک عرصے کے بعد رومی تہذیب بھی خاتمے کو پہنچ گئی۔اس کے بعد بھی مختلف تہذیبیں اس دنیا میں نمودار ہوتی رہیں اور ان میں سے سب کی کچھ نہ کچھ خصوصیات تھیں۔تہذیبوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔تاریخ کے آغاز سے ہی یہ عروج و زوال سمیری، کلدانی، اشوری، ہندی، ایرانی، رومی اور اسلامی تہذیبوں کا جزو لازم رہا ہے۔اس کے نقطۂ عروج سے ہی اسلام نے قدیم اور جدید تہذیبوں کے مابین رابطے کا کام کیا ہے۔آج مغربی تہذیب کا دور ہے۔یہ تہذیب چار سو برسوں سے زیادہ پر محیط ہے، اس دور میں سائنس، سیاست اور سماجی حالات میں کافی ترقی ہوئی ہے مگر آج مغرب سخت بحران سے دوچار ہے، اپنے افکار وخیالات اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس پر بحرانی کیفیت طاری ہے۔وہ لوگ جو مغرب کی تہذیبی تاریخ، ان کے فلسفہ، سائنس اور نئے خیالات سے واقف ہیں وہ کم وبیش ان کے بحرانی نشانات کو دیکھ سکتے ہیں۔ایک تہذیب کے لئے چار صدی طویل زمانہ ہوتا ہے، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ماضی میں کچھ تہذیبیں اس سے بھی زیادہ زمانہ پر محیط رہی ہوں، لیکن سائنس، ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک مواصلات میں جس سرعت کے ساتھ اس دور میں پیش رفت ہورہی ہے، اس سے قبل کسی تہذیب میں نہیں ہوسکی ہے۔البتہ چوں کہ مغرب کے معاشرہ پر تاریخی یا نظریاتی اعتبار سے یونان کی شہری ریاست اور بعد ازاں رومن سیاسی نظام کی چھاپ ہے، اس لئے ان دونوں تہذیبوں کی خامیاں اس ایک تہذیب کے اندر پائی جاتی ہیں، سماجی معاملات سے لے کر سیاسی امور تک میں مغرب اور مغربی تہذیب نے پوری دنیا کو اگرچہ اپنے زیر اثر لے رکھا ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ اس کے اندر کوئی ایسی حقیقی کشش اور کامرانی کی ضمانت نہیں ہے کہ اس کے بارے میں اطمینان کے ساتھ یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ انسانیت کے لئے دوررس نفع کی حامل ہے۔

اس کے برخلاف اسلامی معاشرے کا باقاعدہ تاریخی ونظریاتی آغاز شہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے۔یثرب کا نام بدل کر مدینۃ الرسول رکھنا صرف نام کی تبدیلی نہیں تھی، نہ ہی جاہلیت کے دور سے ایام اللہ میں داخل ہونے میں کوئی منصب بدلنا تھا، بلکہ اوائلِ اسلام میں مدینۃ الرسول اور ایام اللہ کے رونما ہونے کے بعد اسلام کے اخلاقی جغرافیہ اور تاریخ نے نئے نقطۂ نظر، کردار اور تہذیب کو جنم دیا۔یہ تہذیب اپنے منفرد اور خاص نقطۂ نظر کے ساتھ، انسان کا وجود اور اس کی ابتدا کے بارے میں صدیوں سے ان کے اجتماعی حافظہ اور روح کی گہرائیوں میں بسی ہوئی ہے۔مدینۃ الرسول ہمارے لئے ایک ابدی اخلاقی گھر ہے اور ایام اللہ ہماری پوری عملی زندگی میں ایک برق کی مانند دوڑتے رہتے ہیں۔نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کو وحی کے ذریعہ یہ بتایا گیا کہ اسلام صرف دوسری عالمی تہذیبوں کی مانند ایک تہذیب نہیں، بلکہ وہ ایک کامل ومکمل دین ہے۔اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں۔تجارت ہو یا زراعت، سیاست ہو یا ملازمت، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، معاشیات ہوں یا معاشرت، تہذیب ہو یا تمدن ہر ایک کے متعلق اسلام میں واضح رہنمائی موجود ہے۔دنیا کا کوئی اور مذہب یا تہذیب اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔اس کی شان یہ ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ کسی نسل کا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی رنگ کا ہو، جو بھی زبان بولتا ہو اس کے لئے اسلام میں رہنمائی و ہدایت موجود ہے۔اسلام نے نسل، قوم، زبان اور رنگ کے تمام بتوں کو پاش پاش کیا اور برتری کا مدار تقویٰ پر رکھا۔دنیا کے تمام انسانوں کے لئے اسلام کا یہ نظامِ حیات قیامت تک کے لئے ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک کتنی صدیاں بیت جائیں، خواہ کتنے ہی انقلابات آئیں، یہ دین ہر زمانے کے لئے ہے، ہر صدی کے لئے ہے اور تمام حالات کے لئے ہے۔عالم انسانیت کے لئے اسلامی تہذیب کے گیارہ اہم بنیادی عطیات ہیں جو اس طرح ہیں:۱۔صاف اور واضح عقیدۂ توحید۔۲۔انسانی وحدت ومساوات کا تصور۳۔انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت وبلندی کا اعلان۔۴۔عورتوں کے حقوق کی بازیابی۔۵۔ناامیدی اور بدفالی کی تردید، حوصلہ مندی اور اعتماد کی آفرینش۔۶۔دین ودنیا کا اجتماع، حریف وبرسرجنگ انسانی طبقات کے درمیان مصالحت پر زور۔۷۔دین اور علم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام واستحکام۔۸۔علم کی تکریم وتعظیم اور اسے مفید، بامقصد اور خداترسی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود۔۹۔دینی معاملات میں بھی عقل سے کام لینے، فائدہ اٹھانے اور انفس وآفاق میں غور وفکر کی ترغیب۔۱۰۔امت کو دنیا کی نگرانی ورہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق ورجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادتِ حق کی ذمے داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔۱۱۔عالمگیر اقتصادی وتہذیبی وحدت کا قیام۔ان میں سے ہر عنوان بڑا وسیع اور طویل الذکر ہے۔اگر بعثت محمدی سے پہلے کے جاہلی زمانوں اور تہذیبوں اور ظہورِ اسلام کے عہد وتہذیب اور معاشرہ کے درمیان حقیقت پسندانہ موازنہ کرکے دیکھا جائے تو ان میں سے ہر ایک کی اہمیت وحقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوکر سامنے آجائے گی۔

اسلامی معاشرہ نہ دوسروں پر تسلط حاصل کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے غلبہ کو تسلیم کرتا ہے۔وہ دوسری اقوام کے خود فیصلہ کرنے اور ضروری وسائل تک ان کی رسائی کے حق کو ایک باعزت زندگی کے لئے تسلیم کرتا ہے۔وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق موجودہ تمام تکنیکی ترقی کے ضروری ذرائع ووسائل کے حصول کو اپنا حق مانتا ہے اور دوسروں کے غلبہ اور ماتحتی کی تردید کرتا ہے۔اسلامی معاشرہ قوموں کے تعلقات میں طاقت کے استعمال، منافقت اور دوہرے رویہ کی تردید کرتا ہے اور اس کے بدلے میں بین الاقوامی تعلقات میں باہمی عزت واحترام کے اصول اور منطق کو اپناتا ہے۔اسلام مسلمانوں سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ یکسر دنیا سے لاتعلق ہوجائے اور نہ یہ کہ مسجد میں جابیٹھے اور پھر وہاں سے نہ نکلے، نہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان غار میں جاکر پناہ گزیں ہوجائے اور پوری زندگی وہیں گزار دے، ہرگز نہیں۔بلکہ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی بہترین تہذیب اور بے مثال تمدن کو پوری طرح اپنائیں تاکہ مہذب اقوامِ عالم پر سبقت لے جائیں، مال ودولت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں اور علم وحکمت کے لحاظ سے تمام علوم کے سب سے بڑے عالم ہوں۔یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہمارے تشخص کا ماضی کے ساتھ گہرا ربط ہے۔لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔خدا کا پیغام وحی کے ذریعے ہم پر ماضی ہی میں بھیجا گیا تھا۔لیکن وہ کسی ایک زمانے کے لئے نہیں تھا۔ہمیں اپنے ماضی کا حوالہ دینا چاہئے، کیوں کہ ہمارا تشخص ماضی میں ہے، لیکن ہمیں ماضی میں ہی نہیں رہنا چاہئے، وہ تو مراجعت ہوجائے گی۔ماضی کی جانب ہم اس لئے دیکھیں کہ ہمیں آگے مستقبل کی طرف چھلانگ لگانے کے لئے تختہ فراہم ہوجائے، مستقبل کی طرف آگے بڑھتے ہوئے ہم آج کی دنیا کو پورے طور پر سمجھیں اور انسانی تمدن اور افکار کی مثبت کامیابیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، وہ خواہ کہیں بھی ہوں، صرف اس طریقۂ کار سے ہی ہم اپنے ماضی کی عظمت اور شان کو دوبارہ زندہ کرسکتے ہیں۔اپنے حال اور مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کا ڈول ایسا ڈالا جائے جس میں روحانی صفات اور الہام ہو لیکن اس کے ساتھ انسانی تعقل پسندی اور انسانی حقوق کا پورا احترام کیا جاتا ہو۔آج کی رائج مغربی تہذیب اپنی بے پناہ ترقیوں کے باوجود انسانوں کی قلبی وذہنی آسودگی اور روحانی تسکین کے باب میں جو کہ اس کی اصل اور بنیادی ضرورت ہے، پوری طرح ناکام ہوچکی ہے، اسلام ہی ایک ایسا دین اور اسلامی تہذیب ہی واحد ایسی تہذیب ہے جو انسانوں کی ہر قسم کی ترقیات کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان کی دلی، ذہنی وروحانی تسکین وکامرانی کا سامان کرسکتا ہے، اس کے لئے پہلے خود مسلمانوں کو اپنی تہذیب اور دین سے مکمل طور پر جڑنا ہوگا، اگر مسلمان خود ہی اسلامی تہذیب سے دور رہیں تو پھر دوسری قوموں کو اسلام کے دامن میں پناہ گزیں ہونے کی دعوت کون دے گا؟۔

**بقیہ : کتابوں کی دنیا**.........

ورنہ اب تو مولانا بھی ہمارے دانشور لکھنا پسند نہیں کرتے، نام لے کر گذر جاتے ہیں، بلکہ ایک دانشور تو اسے جائز ہی نہیں سمجھتے، ''حیاتی'' میں حضرت نے حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔

''آپ بیتی'' لکھتے وقت مصنف کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ اس کا بیان، ''در مدح خودمی گویم'' کے مصداق نہ بن جائے کبھی اپنے کو متواضع بنا کر پیش کرنے کی وجہ سے بھی بہت سی اہم باتیں رہ جاتی ہیں، اور بعد میں سوانح نگاروں کو اسے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، مثال کے طور پر کاروان زندگی کو لے لیں حضرت مولانا علی میاںؒ نے ان تمام احوال کو یکسر چھوڑ دیا تھا جس سے قاری کو ''در مدح خود'' کے فریب میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا، چنانچہ ایسے تمام احوال وواقعات کو مولانا عبداللہ عباس ندویؒ نے ''میر کارواں'' میں بیان کردیا، تب صحیح ترجمانی ہوسکی۔

حضرت مولانا سید شاہ تقی الدین ندوی فردوسی حفظہ اللہ کی ''حیاتی'' اعتدال کے ساتھ لکھی ہوئی آپ بیتی ہے، احوال وواقعات کے ذکر میں غیر ضروری درازنفسی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی ایسی کتر بیونت کی گئی ہے کہ قاری کو احوال کے سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے، اس آپ بیتی میں حضرت دامت برکاتہم کی قوت حافظہ سے بھی ہم متاثر ہوتے ہیں، میں حضرت کی اس آپ بیتی ''حیاتی'' کو آپ بیتی کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ سمجھتا ہوں، اگر شاعر نے "انما التھنیات للاکفاء" کہہ کر چھوٹوں کو مبارکبادی دینے کے حق سے محروم نہ کیا ہوتا تو اس کتاب کی تصنیف پر میں دل کی گہرائیوں سے انہیں مبارک باد پیش کرتا، فی الوقت صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر کی دعا پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، دعا یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی دوسری کتابوں کی طرح اسے بھی قبول عام وتام نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین

Scanned with CamScanner

# نوجوانوں کے مسائل اور ان کا حل

آفتاب رشک مصباحی

نوجوان طبقہ کو کسی بھی سماج کی ریڑھ کی ہڈی مانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کے سماجی ترقی اور خوش آئند انقلاب کا سہرا ہو یا انحطاط و زوال پذیری کا دھبہ، دونوں نوجوان طبقے ہی سے جوڑا جاتا ہے۔ چڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ انسان کی اندرونی تبدیلیاں قوت، حوصلہ، امنگ، جوش، جذبہ، عزم اور ولولہ انسان کو ایک ایسا تندو توانا شخصیت میں بدل دیتا ہے جسے شکست لفظ سننا کسی طور پسند نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں اگر کوئی مثبت انقلاب نظر آئیگا تو وہ نوجوان طبقے کی مرہون منت ہوگا۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کمزور مومن کے مقابلے طاقتور مومن اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور بہتر ہے۔ (صحیح مسلم) لیکن، یہی نوجوان اگر بے راہ روی کا شکار ہو جائے، بزدل اور کمزور پڑ جائے، پس ہمت اور حوصلہ شکن بن جائے، جوش، جذبہ اور امنگ سے خالی ہو کر فکری اور عملی انتشار کا شکار ہو جائے تو جس قوم میں ایسے نوجوانوں کی اکثریت ہوگی، شکست وزوال اس کا مقدر بن جائیگی۔ بدقسمتی سے آج کا مسلم نوجوان انھیں خرابیوں کا شکار ہو گیا ہے۔ موجودہ دور میں اگر نوجوانوں کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو جو چیزیں آپ ابتدائی مرحلے ہی میں محسوس کریں گے ان میں مذہب بیزاری، اخلاق باختگی اور ذہنی اضطراب کے ساتھ بے روزگاری جیسے مسائل زیادہ پائے جاتے ہیں۔ صحیح غلط کی تمیز، اچھے برے کا فرق، بڑوں چھوٹوں کی قدر اور شرم وحیا جیسی چیزیں ان کے لیے بے معنی ہوگئی ہیں۔ نتیجتاً پورا انسانی سماج شدید قسم کی بے چینی، بدامنی اور اضطراب کا شکار ہے۔ جس سے باہر نکلے بغیر ایک مہذب اور پرامن ترقی یافتہ سماج کا تصور ہتھیلی پر دوب اگانے کی مانند ہے۔

عددی طور پر ہم آج کے نوجوانوں کے تین بنیادی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں: 1۔ الحاد و بیدینی، 2۔ فرقہ پرستی اور، 3۔ بے روزگاری الحاد کی بنیادی فکر یہ ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے ہی نہیں، یہ سارا نظام از خود چل رہا ہے۔ اس لیے کسی بھی مذہب کا ماننا اور اس کے اصولوں کا پابند بننا ایک کار عبث ہے۔ جس کا نتیجہ انسانی اضطراب کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ الحاد پسند یا الحاد سے متاثر لوگ نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ کے شکار ہو چکے ہیں۔ جب ان کے ساتھ کچھ برا ہوتا ہے یا انھیں کبھی شدید نقصان پہنچتا ہے تو وہ اپنے اندر اسے برداشت کرنے کی قوت نہیں کر پاتے اور ڈپریشن کے شکار ہو کر خودکشی تک آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اندرونی طور پر اتنے بے سکون اور پریشان ہو جاتے ہیں کہ انھیں کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ آخر یہ ہوا کیسے اور اب آگے کیا ہوگا۔ اور جب قدرے راحت وارام ہوتا ہے تو خود غرضی اور انانیت ان کا رویہ بن جاتا ہے۔ وہ اپنے علاوہ کسی سے کوئی مطلب نہ رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کسی کے دکھ سکھ اور ضرورتوں میں کام آنا فضول گردانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ترش رویے سے نالاں لوگ بوقت ضرورت انھیں بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس طرح ان الحاد پرستوں کی زندگی خود ان کے حق میں اجیرن بن جاتی ہے۔ الحاد و بے دینی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی خود غرضی انسان کو مجرم اور فسادی بناتی ہے۔ چناں چہ ایسا شخص جو خود غرض ہوتا ہے اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کی تکمیل کے لیے بڑے سے بڑے جرائم اور بڑے سے بڑے فساد تک کر جانے میں دریغ نہیں کرتا۔ اس طرح انسانی معاشرہ جرم وفساد کا گہوارہ بنتا چلا جاتا ہے۔ جس سے سماج کو بچانا سب کی اولین ذمہ داری ہونی چاہیے۔ الحاد سے نوجوانوں کو بچانے کے لیے لازم ہے کہ خدا کے وجود پر عقلی اور نقلی یعنی سائنسی اور مذہبی ہر دو اعتبار سے بیداری لائی جائے۔ نسل انسانی کو یہ باور کرایا جائے کہ یہ کائنات از خود وجود میں نہیں آئی ہے، بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی ایک خالق ہے جس نے اسے وجود بخشا ہے اور وہی اس کے پورے نظام کو چلا رہا ہے۔ اور تمام تر کائناتی نظام اسی کے حکم کے تابع ہو کر گردش کر رہے ہیں۔ مزید برآں اس دنیا میں اگر کوئی پرامن اور اطمینان قلبی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے اپنے خالق کے بنائے ہوئے اصول وقوانین کا پابند ہونا ہوگا۔ اس کے لیے باضابطہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی زبانوں میں کتابیں اور لٹریچرس تیار کرائے جائیں، مفت یا بقیمت عوام الناس تک پہنچائی جائے۔ شارٹ اور لانگ ویڈیوز تیار کرائے جائیں، سمپوزیم اور سیمینار کرائے جائیں۔ اسلامی عقائد و فلسفہ کے اکسپرٹ سے ڈیبیٹ کرائے جائیں تا کہ مذہب کی لازمیت وضرورت نوجوانوں پر واضح ہو سکے۔

مذہب کی لازمیت تسلیم کر لینے کے بعد دوسرا مرحلہ فرقہ پرستی سے باہر نکلنے کا ہے۔ آج کا وہ نوجوان طبقہ جو کسی نہ کسی طرح سے کسی مذہب سے جڑا ہوا بھی ہے تو فرقہ پرستی کا بری طرح شکار ہے۔ یہ فرقہ پرستی خواہ مذہب کے نام پر ہو یا مسلک ومشرب کے نام پر، سیاست ومعیشت کے نام پر ہو یا ذات برادری اور علاقائیت کے نام پر ہو۔ مزید ان کا یہ جزاؤ تصلب کی حد تک تو ٹھیک ہے، مگر یہ تشدد اور شدید ترین تشدد کے شکار ہوئے جا رہے ہیں۔ نتیجۂ آئے دن کبھی مذہب کے نام پر، کبھی مسلک ومشرب کے نام پر، کبھی سیاست ومعیشت تو کبھی ذات پات اور علاقائیت کی بنیاد پر خوں ریزیاں ہو رہی ہیں۔ دنگے فساد اور بم باریاں ہو رہی ہیں۔ ایسے مرحلے میں نوجوانوں کے لیے ایسے صالح فکر اشخاص کی صحبت لازمی ہو جاتی ہے جو ساری انسانیت کو ایک ہی خالق کا کنبہ بتاتے ہوئے سب کے ساتھ بھلائی، خیر خواہی اور حسن سلوک کا درس دیں۔ انھیں بتائیں کہ تم سب ایک ہی ماں باپ کی سنتان ہو، لہذا آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہو اور بھائی بھائی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے نہ کہ اسے کوئی نقصان پہنچاتا ہے۔ اسے مزید یہ بھی بتائیں کہ دنیا کی ہر شیے دوسرے سے مختلف اور الگ ہے، مگر دنیا کی خوبصورتی ان سب کے آپس میں مل جل کر رہنے سے ہی ہے۔ انسانی سماج میں بھی ہر فرد کی شکل دوسرے سے الگ، ہر ایک کی پسند اگلے سے مختلف اور ہر کسی کا مزاج ایک دوسرے سے الگ ہے۔ لیکن سماجی طور پر پرامن زندگی گزارنے کے لیے لازم ہے کہ الگ الگ ہوتے ہوئے بھی مشترک ایشوز پر سب متحد اور متفق ہو کر رہیں تا کہ ہمہ جہت ترقی کی راہیں ہموار ہو سکیں۔ جزوی اور فرعی اختلافات انتشار کا نہیں، ترقی کا ضامن ہوتے ہیں، جب کہ اصولی اور بنیادی اختلافات جن کا تعلق مشترک مسائل سے ہوں انحطاط اور زوال کا داعیہ ہوتی ہیں۔ ہزار اختلافات کے باوجود باہم متحد اور بقائے باہم کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے یہ دو اصول لازمی طور پر اپنا لیے جائیں تو بہت سے مسائل خود بخود دم توڑ جائیں گے۔ 1-تمام تر اختلافات کے باوجود ایسے ایشوز پر پوری انسانی برادری جمع ہو جائے جو ان کے درمیان مشترک ہیں اور جن کا ماننا اور برتنا سب کے لیے ضروری ہوں۔ 2-میری رائے درست ہے اگرچہ غلط ہونے کا بھی امکان ہے اور دوسرے کی رائے غلط ہے گو کہ صحیح ہونے کا بھی امکان ہے۔ اس کے بعد ہر انسان اپنی رائے پر دوسروں کی رائے کو کسی بھی طرح چھیڑے بغیر عمل کرے بایں طور کہ لوگوں کی مشترکات کو ٹھیس نہ پہنچائی جائے تو فرقہ پرستی سے نجات ممکن ہے۔ اسلام کی سطح پر مسلکی اور مشربی فرقہ پرستی سے اوپر اٹھنے کی ایک مناسب راہ یہ بھی ہے کہ قرآن وسنت کے محکمات ومسلمات کو فروغ بخشا جائے اور فروعیات کے مرتکبین سے صرف نظر کیا جائے۔ تحریری اور تقریری جس سطح پر فروغ دین کا کام ہو محکمات ومسلمات ہی کو پیش نظر رکھا جائے تو بڑی حد تک مسلمان اندرون میں فرقہ پرستی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مگر، برا ہو نفس پرستی کا یہ باتیں لکھنے اور کہنے میں جتنی آسان ہیں، عملی طور پر ان کا برتنا اتنا ہی مشکل دکھتا ہے، کیوں کہ ملک کے طول وعرض میں اتحاد ملت کے نام پر ہونے والے کانفریس اور سیمینار کے بعد بعض اداروں کے فتوے، بعض مقرروں کے خطابات، بعض مترنموں کے نغمے اور بعض قلم کاروں کی تحریری کیے کرائے پر پانی پھیرنے کا کام بند نہیں کرتے۔ مگر، مایوسی کفر اور امیدی ایمان ہے۔ ان شاء اللہ وقت اور حالات بدلیں گے، لوگ بدلیں گے۔

نوجوانوں کو درپیش مسائل میں تیسری اہم چیز بیروزگاری ہے۔ کہاوت ہے: ''بھوکو پیٹ بھجن نا ہی ہوت''۔ ظاہری بات ہے انسان اگر اپنی اور اپنی اولاد کی شکم سیری ہی کے لیے پریشان ہوگا تو کوئی کام وہ دل جمعی سے کر ہی نہیں سکتا۔ آج جب کہ مہنگائی اپنے شباب پر ہے اور اسی کے ساتھ کاروبار بمشکل دستیاب ہوتے ہیں ایسے میں کوئی کیسے مفید کار ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماجی بے اعتدالی روز افزوں ہے۔ جھوٹ، فریب، خیانت اور چوری انسانوں کی عادت بنتی جا رہی ہے۔ اور ان پر مستزاد انسان کا بیروزگار ہو کر خالی پڑا رہنا کہ جب انسان کسی اچھے کام میں مشغول نہیں ہوتا تو "خالی دماغ شیطان کا گھر'' نامناسب چیزیں سوچتا ہے اور سماجی طور پر لوگوں کو لڑانے، فتنہ وفساد پھیلانے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسانی سماجی تانا بانا ٹوٹنے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ صبر وقناعت اور توکل لوگوں سے رخصت ہو رہا ہے۔ انسان جلد باز اور خواہشات کا پجاری بن کر رہ گیا ہے۔ کسی چیز کی تمنا ہوئی تو فوری تکمیل کی کوشش کرتا ہے خواہ اس کے لیے ناجائز طریقہ ہی اختیار کرنا پڑے۔ کیوں کہ روزگار ہے نہیں، پیسوں کی قلت ہے، چیزیں آئیں گی تو کہاں سے آئیں گی؟ اور اگر اس پر بھی خواہشات کی تکمیل نہ ہوئی تو ذہنی الجھن، قلبی اضطراب اور بے سکونی کا شکار ہو کر بسا اوقات ڈپریشن میں بھی چلا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے انسانی ضروریات ہزار طریقے سے پوری ہو سکتی ہیں، مگر خواہشات بھی پوری ہو جائیں، ضروری نہیں۔ بے روزگاری کے اس دور میں جہاں بھی جس قدر جو بھی ذریعہ معاش میسر ہو جائے اسے غنیمت سمجھنا چاہیے اور اسی میں محنت کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر، خالی بیٹھا نوجوان اسے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ گھر میں دس ہزار ہی روپے ہیں جن سے چھوٹے پیمانے پر کوئی کام شروع کیا جا سکتا ہے، لیکن، نہیں۔ بھوکے رہنا گوارا ہے مگر، کاروبار جب بھی کریگا چار پانچ لاکھ سے کم کا نہیں کریگا۔ اسی طرح غربت کی وجہ سے ٹیکنکل تعلیم نہ پاسکا اور جو تعلیم حاصل کی وہ نارمل آرٹ سائڈ سے متوسط درجے تک، جس کے بعد سرکاری نوکری ملنا مشکل، مگر نوکری سرکاری ہی کریگا، نہیں تو گھر بیٹھنے کو ترجیح دیگا۔ مسلم نوجوان کو اس اعتبار سے اپنے آپ کو مینیج کرنے کی ضرورت ہے تا کہ کسی طور سہی وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ اور جو بندہ ایک بار کھڑا ہو جاتا ہے وہ دوڑ بھی لیتا ہے اور ریس میں بھاگ بھی لیتا ہے۔

الحاصل نوجوانوں کو درپیش مسائل سے باہر نکلنے کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں، ان میں خدا کے وجود کا قائل ہونا، اہل علم وتقوی کے ساتھ حسن ظن قائم رکھنا، رجوع الی الکتاب کا اہتمام، کسی پاک باطن کے ساتھ گہرا تعلق، اہل خیر سے مشاورت، اکرام انسانیت، باہمی اختلافات وانتشارات سے پرہیز اور بلا تحقیق کسی بھی قسم کی سنی سنائی یا پڑھی ہوئی باتوں کو نشر کرنے سے اجتناب کے ساتھ خود کو ہمہ دم کسی نہ کسی مفید اور کار آمد کاموں میں مصروف رکھنا، خواہ کام چھوٹا ہی ہو، شامل ہے۔ اگر نوجوان طبقہ ان امور کی پاسداری کرے تو وہ سماج کے لیے مفید اور کارگر بن سکتا ہے اور اس کے بہت سے مسائل بآسانی حل ہو سکتے ہیں۔

## اعلان مفقود الخبری

**معاملہ نمبر ۵۱/۹۰۲/۱۴۴۲ھ**

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ، رانچی)**

**بیگم اختر بنت محمد زبیر قریشی مقام گدری چوک ڈاک خانہ چرچ روڈ تھانہ لور بازار ضلع رانچی، جھارکھنڈ۔۔ فریق اول**

**بنام**

**شیخ زاہد رحمان ابن شیخ غفور مرحوم مقام گلی نمبر ۲۹ر لال مسجد بیک بگان کولکاتا ۱۷، مغربی بنگال۔۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں عرصہ تقریباً چھ سال سے نان ونفقہ نیز دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کی درخواست دائر کیا ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۱ر ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۰ر مئی ۲۰۲۴ء روز جمعرات کو خود مع گواہان وثبوت بوقت نو بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح ہو کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

# پلاسٹک کی مصنوعات صحت کے لئے نقصاندہ

بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ضروریات زندگی میں تیزی سے اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ روزمرہ اشیائے خوردونوش کی قیمتیں اوران کی طلب بڑھتی جارہی ہے۔ انسان نے جدت پسندی وفراوانی کے ساتھ ہزارہا نت نئی آسانیاں اوروسائل تلاش کئے ہیں سائنس کی ترقی کی ایک مثال پلاسٹک سے تیارشدہ مصنوعات کا بے پناہ استعمال ہے جوآج ہماری روزمرہ کی زندگی کا اہم جزوبن چکا ہے۔ پلاسٹک پولیمر ہے جوکئی کیمیائی عناصرواجزاء سے مل کر بنتا ہے۔ ماہرین کے مطابق پلاسٹک اور کیمیائی دھات سے انسانی صحت کو بہت خطرات لاحق ہورہے ہیں۔ پلاسٹک سے بنائی گئی مصنوعات واشیاء ایک صدی کے ٹوٹ پھوٹ کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں تجربات کے بعد ماہرین کا ماننا ہے کہ پلاسٹک کو لمبے عرصے تک اگرزمین میں دفن بھی رکھا جائے تب بھی اس کی حالت میں خاطرخواہ تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس کا حل صرف حرارت یا کیمیائی محلول ہیں جن کے ذریعے سے ہی پلاسٹک کو باسانی ختم کیا سکتا ہے اوراس کے ساتھ نئے کیمیائی عناصر کے ملاپ سے نئے رنگوں اوراشکال میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

پلاسٹک کی ری سائیکل کے دوران ہیٹ پروسیس سے کئی خطرناک اقسام کی گیسیں اور کیمیکل کا اخراج وجود میں آتا ہے۔ یہ گیسزاور کیمیکل ہوا میں شامل ہوکرآب وہوا (گلوبل وارمنگ) میں درجہ حرارت میں اضافہ کے ساتھ انسانوں وحیوانوں کے لئے بے پناہ مضرصحت امراض جن میں گلہ، سانس اورکینسرسمیت دیگرموذی وجان لیوابیماریاں کے پھیلاؤ کا باعث بنتی ہیں۔ پلاسٹک مصنوعات کے کارخانوں اورفیکٹریوں سے خارج ہونے والا آلودہ پانی سے زرعی زمینوں (اناج، سبزیوں اورپھلوں) کوسیراب کیا جارہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی جانوں میں قوت مدافعت کی کمزوری اورجان لیواامراض میں اضافہ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

روزمرہ کے رہن سہن میں تیزی کے ساتھ تبدیلیاں دیکھنے میں مل رہی ہیں، ہرفرد کی کوشش ہے کہ وہ لباس، وضع قطع میں دوسرے سے منفرد نظرآئے اسلئے ریشمی دھاتوں اور پولیسٹر سے تیارشدہ ملبوسات کا بہت زیادہ استعمال عام ہوگیا۔ شادی وبیاہ اور دیگرتقریبات میں خواتین کی تیاری ان ملبوسات کے بغیر ناممکن تصور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ملبوسات کے بہت زیادہ استعمال سے خواتین وبچوں میں جلدی امراض کا اضافہ بھی دیکھنے کومل رہا ہے۔

گھروں کے اندر پلاسٹک کے برتنوں کا استعمال عام ہوچکا۔ بازاروں، مارکیٹوں شاپنگ مال کے اندر پلاسٹک انڈسٹری ومصنوعات کی بھرمار ہے۔ ملکی وغیرملکی ہرقسم کے فوڈسیٹ، ٹی سیٹ، کراکری میں پلاسٹک کی بے پناہ ورائٹی موجود ہے۔ ان برتنوں کے استعمال سے پلاسٹک کے اجزاء ہمارے جسم میں کھانے کا حصہ بن کرمعدہ، خوراک کی نالی اوردیگر بیماریوں کا موجد بن رہے ہیں۔

روزمرہ کی خریداری کے اندر پلاسٹک وشاپنگ بیگ کا استعمال بازاروں، مارکیٹوں، دوکانوں میں عام ہے۔

ماہرین نے پلاسٹک بیگ ولفافے کی تیاری کے دوطریقے واضح کئے ہیں، پہلا طریقہ قدرتی ہے جس میں جانوروں اورنباتاتی اجزاء سے لفافے بنائے جاتے ہیں اور دوسرا طریقہ تجرباتی ہے جس میں فیکٹریوں و کارخانوں کے اندر پلاسٹک اوردیگرکیمیکو کے استعمال سے شاپنگ بیگ بنائے جارہے ہیں۔ پولی تھین کے یہ لفافے نکاسی آب کی لائنوں کو مکمل طورپرروک دیتے ہیں ہمارے ملک میں ری سائیکل اورویسٹ مینجمنٹ کا نظام نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے پلاسٹک کے لفافے وبیگ سیوریج سسٹم کی تباہ وبربادی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ پائپ لائنز بلاک ہونے پر پانی سڑکوں اورگلیوں میں تالاب کا منظر پیش کرتا ہے، جن پرمکھیاں اور مچھروں کا بسیرا رہتا ہے اوروبائی امراض کے جراثیم بہت تیزی کے ساتھ افزائش نسل پاتے ہیں۔ پائپ لائنز پھٹ جانے سے بہت سے حادثات بھی رپورٹ ہوئے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی کاموں کی مد میں بھاری فنڈ نالوں، اورویسٹ لائنوں کی صفائی وستھرائی اورمرمت پرخرچ ہوتے ہیں۔ عوام کی ویلفیئر کا پیسہ جوصحت، تعلیم اوردیگرفلاح وبہبود پرخرچ ہونا چاہئے وہ ہرسال ان ترقیاتی کاموں کی نظر میں ضائع ہوجاتا ہے۔

یورپ میں ہرسال اوسطاً فی شہری دوسو پلاسٹک بیگ استعمال کرتے ہیں جن میں وقت کے ساتھ روزبروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آٹھ بلین سے زائدشاپنگ بیگزکوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے، جوماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ یورپی کمیشن نے اردگرد کے ماحول کوصاف ستھرا رکھنے کے لئے کئی تجاویز پرعمل درآمد شروع کیا ہے جن میں 50 مائیکرونز یا 0.05 ملی میٹر سے کم موٹائی والے شاپنگ بیگ، کیریئر بیگز کے استعمال کو کم سے کم کرنا، انتہائی پتلے پلاسٹک بیگ ری سائیکل نہ کرنا تاکہ پلاسٹک کے زیادہ موٹے شاپنگ بیگز کے مقابلے میں یہ کوڑے کرکٹ کے ڈرموں، باسکٹوں میں زیادہ استعمال ہوسکے جیسے موثراقدامات شامل ہیں۔ کسٹمرز اور صارفین سے پلاسٹک کے ان ڈسپوزایبل شاپنگ کی فراہمی پرمعمولی سی قیمت بھی چارج کی جائے گی۔ آئندہ برسوں میں یورپی یونین نے پلاسٹک کے شاپنگ بیگز کے استعمال کی کمی اورمجموعی حجم میں اوسطا 80 فیصد کمی کا ٹارگٹ طے کیا ہے۔

تمام شہریوں کو چاہیے کہ اپنی زندگیوں میں قوت مدافعت کو بڑھانے کے لئے اور بیماریوں سے لڑنے کے لئے پلاسٹک کے استعمال کو اپنی روزمزرہ زندگی سے کم سے کم کردیں۔ بازار میں خریداری کے دوران کپڑے کا تھیلے کی عادات ڈالیں۔ اشیاء خوردونوش، پھل اورسبزی کی خریداری کے لئے لکڑی، کین ٹوکری کا استعمال کریں۔ پلاسٹک کے لفافوں میں روٹیاں، سالن اوردیگراشیاء کی پیکنگ نہ کروائیں۔ گھروں، دفاتر میں پلاسٹک کے برتن کی بجائے مٹی، چینی اورکانچ کے برتنوں کے پرانے رواج کو اپنائے جائیں۔ گھروں میں فریج میں رکھے ہوئے سالن اوردیگراشیاء کو چولہے پرگرم کریں۔ ان برتنوں میں گرم کرنے پر پلاسٹک کی بجائے شیشے، مٹی یا چینی کے برتن کا استعمال کریں اورگرم کرتے وقت برتن کوڈھانپ کرر کھیں۔

## ہفتۂ رفتہ

### شراب پالیسی معاملہ: سپریم کورٹ سے اروندکیجریوال کوعبوری ضمانت

سپریم کورٹ نے شراب پالیسی معاملہ میں دہلی کے وزیراعلیٰ اروندکیجریوال کویکم جون تک عبوری ضمانت دی ہے، جسٹس سنجیوکھنہ اوردیپانکردتہ کی بنچ نے کیجریوال کو۲رجون کوخودسپردگی کی ہدایت دی ہے، عام آدمی پارٹی (آپ) کے سربراہ کوانفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) نے۲۱رمارچ کوشراب پالیسی کیس میں ان کے مبینہ کردار کیلئے گرفتار کیا تھا، وہ دہلی کی تہاڑ جیل میں ہیں، منگل کوبنچ نے کیجریوال کوعبوری ضمانت دینے کے اپنے حکم کوٹال دیا تھا؛ تاہم بنچ نے کہا تھا کہ وہ انتخابات کی وجہ سے انہیں ضمانت دینے پرغور کرسکتا ہے؛ لیکن اس شرط پر کہ وہ چیف منسٹر کے طورپرسرکاری فرائض انجام نہیں دیں گے، جمعرات کوای ڈی نے کیجریوال کوعبوری ضمانت کی مخالفت کرتے ہوئے ایک حلف نامہ میں کہا کہ انتخاب میں مہم چلانے کاحق نہ توبنیادی ہے اورنہ ہی آئینی، اس نے بنچ کوکہا تھا کہ "ایک سیاستداں امتیازی سلوک کا حقدارنہیں ہے اوروہ ایک عام شہری سے اعلیٰ حیثیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا، انتخابی مہم کی بنیاد پرکیجریوال کوعبوری ضمانت دینا ایسی نظیر کی بنیاد رکھے گا جوتمام بددیانت سیاستدانوں کوجرائم کی اجازت دے گا، اورالیکشن کی آڑ میں تحقیقات سے گریزکرے گا۔" اس کے جواب میں آپ نے ای ڈی کے حلف نامہ کے خلاف سپریم کورٹ کی رجسٹری میں شکایت درج کرائی اوراسے قانونی طریقہ کار کی صریح نظراندازی قراردیتے ہوئے کہا کہ اس معاملے کی جمعہ کوسماعت ہوگی (انقلاب)

### بہارسمیت آٹھ ریاستوں کوکم عمری کی شادی روکنے کی ہدایات

راجستھان، اترپردیش اور بہارسمیت ملک کی آٹھ ریاستی حکومتوں نے نوٹیفکیشن جاری کرکے انتظامیہ کوہدایت دی ہے کہ وہ اکشے ترتیا کے موقع پربچپن کی شادیوں کی روک تھام کویقینی بنانے کیلئے گاؤں اوربلاکوں میں سخت نگرانی رکھیں، بہار، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، ہریانہ، اترپردیش اور راجستھان کی ریاستی حکومتوں نے اپنی ریاستوں کے تمام اضلاع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اورگرام پنچایتوں کوبچوں کی شادیوں کو روکنے کیلئے ضروری اقدامات کرنے کی ہدایات جاری کی ہیں، اتین اوربچوں کی بہبود کے محکمے، پنچایتی راج سماجی تحفظ کے ڈائریکٹوریٹ اورمختلف ریاستوں کے چائلڈرائٹس پروٹیکشن کمیشن نے بچوں کی شادی کوروکنے کیلئے اپنے گاؤں اورپنچایتوں میں لازمی طورپرشادی کا رجسٹر رکھنے کی ہدایات جاری کی ہیں (ایجنسی)

## محمداسعداللہ قاسمی

### راہل گاندھی کامودی کواڈانی اورامبانی کے ہاں ای ڈی اورسی بی آئی بھیجنے کا چیلنج

اڈانی اورامبانی کے حوالے سے بدھ کوراہل گاندھی کونشانہ بنانا وزیراعظم نریندرمودی کومہنگا پڑ گیا، راہل گاندھی نے اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے وزیراعظم کوچیلنج کیا کہ وہ اڈانی اورامبانی کے خلاف جانچ کیوں نہیں کرواتے، ان کے ہاں ای ڈی، سی بی آئی اورانکم ٹیکس محکمہ کے افسران کوکیوں نہیں بھیج دیتے، مودی کے اس سوال پرکہ "کیا ٹیمپوبھربھرکرپیسے لے لئے کیا"، راہل گاندھی نے طنزکرتے ہوئے کہا کہ "مودی جی آپ ہی جانتے ہیں کہ وہ ٹیمپوبھرکرپیسے دیتے ہیں، یہ آپ کا ذاتی تجربہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ویڈیو میں وزیراعظم مودی کومخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "ایک کام کیجئے ان کے ہاں سی بی آئی، ای ڈی اورانکم ٹیکس کوبھیج دیجئے، پوری طرح جانچ کروایئے اورڈریئے مت۔" انہوں نے وزیراعظم اوران کی پارٹی پر بدعنوانی کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ "دنیا جانتی ہے کہ بی جے پی کے بدعنوانی کے ٹرک کا ڈرائیوراور خلاصی کون ہے۔" یادرہے کہ وزیراعظم مودی نے بدھ کواپنی ایک انتخابی ریلی میں الزام لگایا ہے کہ کانگریس کے لیڈرراہل گاندھی نے اچانک اڈانی اورامبانی کونشانہ بنانا بندکردیا ہے۔ (ایجنسی)

### اورنگ آباد، عثمان آباد کانام بدلنے کیخلاف دائرعرضی خارج

اورنگ آباد اورعثمان آباد اضلاع کے ناموں کوبالترتیب چھترپتی سمبھاجی نگراوردھاراشیوکرنے کے فیصلے کوچیلنج کرنے والی تمام عرضیوں کوآج بمبئی ہائی کورٹ نے خارج کردیا، مہاراشٹرحکومت نے اورنگ آباداورعثمان آباد اضلاع کے ناموں کوتبدیل کرنے کیلئے ایک سرکاری حکم نامہ جاری کیا تھا، ریاستی حکومت کے فیصلے کوبمبئی ہائی کورٹ میں کئی عرضیاں داخل کرکے چیلنج کیا گیا تھا، بدھ کوان درخواستوں کی سماعت بمبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس دیویندراپادھیائے اورجسٹس عارف کی ڈویژن بنچ کے سامنے ہوئی، جس کے بعد ہائی کورٹ نے انہیں مستردکردیا، بمبئی ہائی کورٹ نے بدھ کے روزمہاراشٹرحکومت کے نوٹیفکیشن کوبرقراررکھا جس میں سرکاری طور پراورنگ آبادشہراورریونیوعلاقوں کے ناموں کوبالترتیب چھترپتی سمبھاجی نگراورعثمان آبادشہراورریونیوعلاقوں کو دھاراشیومیں تبدیل کیا گیا تھا، چیف جسٹس دیویندراپادھیائے اورجسٹس عارف ایس ڈاکٹرکی ڈویژن بنچ نے ریاستی حکومت کے تبدیل شدہ ناموں کے نوٹیفکیشن کوچیلنج کرنے والی عرضیوں کوخارج کردیا ہے (یواین آئی)

Volume:64/74,Issue:18 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/1961Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہم شریفوں کی مجبوریاں سمجھا کرو
جس کو اچھا کہہ دیا اس کو بُرا کیسے کہیں
(بشیر بدر)

# مسلمانوں کے خلاف بی جے پی کے نفرتی بیانات

معصوم مرادآبادی

کہا جاتا ہے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے، لیکن اس کہاوت میں اب الیکشن بھی شامل ہوگیا ہے۔ عام انتخابات کے تین مرحلوں کی پولنگ مکمل ہوچکی ہے۔ جس میں پولنگ کا فیصد کم رہا اور یہ بی جے پی کے لیے خاصی تشویش کی بات ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اس بار بی جے پی کے حق میں کوئی لہر نہیں ہے۔ الیکشن جیتنے کے لیے اس نے جو ہتھکنڈے اپنائے تھے وہ پوری طرح فیل ہوچکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بی جے پی اپنے آزمودہ ایجنڈے پر واپس آگئی ہے۔ فرقہ وارانہ منافرت کا وہی آزمودہ ایجنڈا، جس کے ذریعہ اس نے تمام سیاسی قوت حاصل کی ہے۔ اس بار بی جے پی براہ راست مسلمانوں کو نشانہ بنارہی ہے۔ اس کا اصل نشانہ کانگریس ہے یا مسلمان؟ یہ ابھی واضح نہیں ہوسکا، لیکن اتنا واضح ہے کہ وہ کانگریس کے کاندھے پر بندوق رکھ کر مسلمانوں پر اندھا دھند فائرنگ کررہی ہے، جس سے ملک کے اندر مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے۔ اندیشہ اس بات کا ہے کہ وزیراعظم نریندر مودی اور ان کے رفقاء کی مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی کے نتیجے میں کہیں کوئی فساد برپا نہ ہوجائے۔

پچھلے دو ہفتہ کے دوران وزیراعظم نریندر مودی، بی جے پی صدر جے پی نڈا، وزیر داخلہ امت شاہ اور یوپی کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کے بیانوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کا لب لباب یہ ہیکہ کانگریس اگر اقتدار میں آگئی تو وہ ملک کی ساری دولت ہندوؤں سے چھین کر مسلمانوں میں تقسیم کردے گی۔ ملک میں شرعی نظام قایم ہوجائے گا اور پسماندہ ذاتوں کو ملنے والا ریزرویشن ان سے چھین کر مسلمانوں کو دے دیا جائے گا۔ وزیراعظم نے گزشتہ دنوں بہار کے ارریہ ضلع میں اپنی انتخابی ریلی کے دوران کہا کہ ”کانگریس کرناٹک کی طرح اوبی سی کوٹے کے تحت مسلمانوں کو ریزرویشن دینا چاہتی ہے، وہ بہار میں بھی ایسا ہی کرے گی۔ مستقبل میں وہ ایس سی ایس ٹی کو ملنے والے ریزرویشن میں کٹوتی کرکے وہ بھی مسلمانوں کو دے سکتی ہے۔“ حالانکہ کرناٹک کے وزیراعلیٰ سدارامیا نے وزیراعظم کے اس بیان کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیتے ہوئے انھیں چیلنج بھی کیا ہے لیکن وزیراعظم مسلمانوں کے خلاف بیان بازی میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں اور ایک سے بڑھ کر ایک اشتعال انگیز اور مسلم مخالف بیان دے رہے ہیں۔ الیکشن کمیشن میں ان کے خلاف ہزاروں شکایتیں درج کرائی جاچکی ہیں، لیکن وہاں بھی کوئی ٹھوس کارروائی عمل میں نہیں آرہی ہے۔ الیکشن کمیشن نے وزیراعظم کو نوٹس جاری کرنے کی بجائے ان کی پارٹی بی جے پی کو ایک ایسا نوٹس جاری کیا ہے جس میں وزیراعظم کا نام تک نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی لیڈر کی اشتعال انگیزی کے خلاف درج کرائی گئی شکایتوں کی پوچھ گچھ اس کی پارٹی سے کی جارہی ہے اور اس میں بھی اس کا نام درج نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن کا موجودہ کردار کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ یہ وہی الیکشن کمیشن ہے، جس نے کسی بھی قسم کی فرقہ وارانہ بیان بازی کو قبول نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

وزیراعظم نریندر مودی اس وقت پوری طرح الیکشن کے موڈ میں ہیں۔ وہ جب اس حالت میں ہوتے ہیں تو انھیں وزیراعظم کے عہدے کا وقار ملحوظ نہیں رہتا۔ وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ بقول خود وہ ایک سو چالیس کروڑ ہندوستانیوں کے وزیراعظم ہیں اور ان ہی کے قول کے مطابق یہ تمام ہندوستانی ان کا اپنا کنبہ ہیں۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ کسی نے ان کی ذاتی خاندان کے بارے میں سوال اٹھایا تھا تو انھوں نے خم ٹھونک کر کہا تھا کہ تمام ہندوستانی ان کے خاندان کا حصہ ہیں، جن کی تعداد ایک سو چالیس کروڑ ہے۔ اگر ان کا یہ بیان صحیح ہے تو پھر انھوں نے اپنے ہی خاندان کے اٹھارہ کروڑ لوگوں کو گھس پیٹھیا کیوں قرار دیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا وہ ان مسلمانوں کو اپنے خاندان کا حصہ نہیں سمجھتے جن کے خلاف انھوں نے گزشتہ دنوں کو راجستھان میں آخری درجے کی اشتعال انگیزی کی ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس کانگریس کی آڑ میں نشانہ بنارہے ہیں جو اس وقت مسلمانوں سے کوسوں دور ہے اور وہ ان کا نام لینے سے بھی ڈر رہی ہے۔ یہ کانگریس پارٹی کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ اس کا اقلیتی ڈپارٹمنٹ بالکل ٹھپ پڑا ہوا ہے اور وہاں کوئی سرگرمی نہیں ہے۔ ورنہ اس سے پہلے عام انتخابات میں اس ڈپارٹمنٹ میں خاص سرگرمی دیکھی جاتی تھی۔ اتنا ہی نہیں کانگریس نے اپنے تمام مسلم چہروں کو گھر بٹھا دیا ہے اور ان سے کوئی کام نہیں لیا جارہا ہے۔ ایسا اس خوف سے کیا گیا ہے کہ کہیں بی جے پی کانگریس پر مسلم پرستی کا الزام لگاکر ہندوؤں کو ورغلانے کا کام نہ کرے، لیکن کانگریس کی بدبختی یہ ہے کہ مسلمانوں سے دوری بنانے کے باوجود بی جے پی اس پر مسلسل مسلمانوں کی 'منہ بھرائی' کے الزامات لگارہی ہے۔ ایک ایسی منہ بھرائی جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بی جے پی نے حکمت عملی کے تحت اس وقت مسلمانوں کو ملک میں بیگانہ بنادیا ہے۔ ایسا بیگانہ کہ کوئی بھی سیکولر پارٹی ان کا نام لینے سے ڈرتی ہے۔ کانگریس ہی نہیں سماجوادی پارٹی، آرجے ڈی، این سی پی، اور ترنمول کانگریس سب کا یہی حال ہے۔

وزیراعظم مودی نے حالیہ الیکشن میں سب سے پہلے کانگریس کو اس کے انتخابی منشور کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے نشانہ بنایا تھا کہ اس پر مسلم لیگ کی چھاپ ہے۔ حالانکہ اس منشور میں مسلمانوں کا کہیں کوئی ذکر تک نہیں ہے۔ بار بار کے مطالبوں کے باوجود وزیراعظم کانگریس کے منشور میں مسلم لیگ کی چھاپ کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکے۔ اب انھوں نے اس سے آگے بڑھ کر یہ کہا ہے کہ ”کانگریس اس ملک کے ہندوؤں سے سب کچھ چھین کر مسلمانوں کو دے دے گی۔ یہاں تک کہ عورتوں کا منگل سوتر بھی محفوظ نہیں رہے گا۔“ انھوں نے گزشتہ دنوں کو راجستھان کے بانسواڑہ میں کانگریس کا نام لے کر کہا کہ ”پہلے جب ان کی سرکار تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ ملک کی جائیداد پر پہلا حق مسلمانوں کا ہے۔ اس کا مطلب یہ جائیداد اکٹھا کرکے کس کو بانٹیں گے؟ جن کے زیادہ بچے ہیں، ان کو بانٹیں گے، گھس پیٹھیوں کو بانٹیں گے۔ کیا آپ کی محنت کی کمائی کا پیسہ گھس پیٹھیوں کو بانٹ دیا جائے گا۔ آپ کو منظور ہے؟“ اتنا ہی نہیں وزیراعظم مودی نے اس کے دو روز بعد جے پور کی انتخابی ریلی میں دلتوں اور آدیواسیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے ہوئے کہا کہ ”کانگریس دلتوں اور آدی واسیوں کا ریزرویشن ختم کرکے مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے۔“

> ”وزیراعظم کے اس بیان کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ انتہائی قابل اعتراض اور لائق مذمت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وزیراعظم نے اس ملک کے آئین پر ہاتھ رکھ کر یہ حلف اٹھایا ہے کہ وہ ملک کے سبھی باشندوں کے ساتھ انصاف کریں گے اور ان کے ساتھ مذہب، ذات پات اور عقیدے کی بنیاد پر کوئی بھیدبھاؤ نہیں کریں گے۔“ لیکن جب ہم اس کی روشنی میں ان کے بیان کا جائزہ لیتے ہیں تو بڑی مایوس کن صورتحال ابھرتی ہے۔ اس بیان میں انھوں نے دستور کی ہی دھجیاں نہیں اڑائی ہے بلکہ حکمرانی کے اصولوں کو بھی پاش پاش کیا ہے“

وزیراعظم کے اس بیان کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ انتہائی قابل اعتراض اور لائق مذمت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وزیراعظم نے اس ملک کے آئین پر ہاتھ رکھ کر یہ حلف اٹھایا ہے کہ وہ ملک کے سبھی باشندوں کے ساتھ انصاف کریں گے اور ان کے ساتھ مذہب، ذات پات اور عقیدے کی بنیاد پر کوئی بھید بھاؤ نہیں کریں گے۔“ لیکن جب ہم اس کی روشنی میں ان کے بیان کا جائزہ لیتے ہیں تو بڑی مایوس کن صورتحال ابھرتی۔ اس بیان میں انھوں نے دستور کی ہی دھجیاں نہیں اڑائی ہیں بلکہ حکمرانی کے اصولوں کو بھی پاش پاش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس بیان پر پورے ملک میں شدید ردعمل ہوا ہے اور سبھی سیکولر اور انصاف پسند عناصر نے اس کی پرزور مذمت کی ہے۔ مگر اس معاملے میں الیکشن کمیشن کی سردمہری ناقابل فہم ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ انتخابی عمل شروع ہونے سے پہلے الیکشن کمیشن نے واضح طور پر کہا تھا کہ کسی بھی قسم کی مذہبی منافرت برداشت نہیں کی جائے گی اور ایسا کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی ہوگی، لیکن اب جبکہ وزیراعظم کے انتہائی اشتعال انگیز بیان کے خلاف ہزاروں شکایتیں درج ہوچکی ہیں تو الیکشن کمیشن نے راست کارروائی کرنے کی بجائے بی جے پی کو نوٹس جاری کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ الیکشن کمیشن وزیراعظم کے خلاف کارروائی جوکھم نہیں اٹھانا چاہتا۔

Merchant Name : THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیوآر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کردیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
WEEK ENDING-13/05/2024, Fax :0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail:naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner